پریسٹورائیکا

ایک تحقیقی مقالہ

مصنف: شاہد رضوی

مرتب: رعنا رضوی

پریسٹورائیکا

ایک تحقیقی مقالہ

مصنف: شاہد رضوی

ایک نظر مصنف کے تعارف پر

مصنف شاہد رضوی کے نام سے معروف تھے۔ ان کا پورا نام سید شاہد مسیح رضوی تھا، سید عابد مسیح رضوی المشہدی ان کے والد تھے (ان کے نام میں المشہدی کا لاحقہ اس لیے تھا کہ ''مسیح'' کا خطاب ان کے آباؤ اجداد میں سے کسی کو مشہد میں طبابت کے سلسلے میں ملا تھا)۔ شاہد رضوی 31 دسمبر 1933ء کو ہندوستان کے شہر لکھنؤ میں پیدا ہوئے تھے۔ 14 سال کی عمر سے کمیونسٹ پارٹی کے کارکن کی حیثیت سے جدوجہد میں شامل رہے۔

تقسیم ہندوستان کے بعد وہ اپنے خاندان کے ساتھ پاکستان منتقل ہوگئے اور کراچی سے بی اے تک تعلیم حاصل کی۔ پاکستان آنے کے بعد بھی وہ پارٹی اور ساتھیوں کے ساتھ مستقل رابطے میں رہے۔ ٹریڈ یونین کارکن کی حیثیت سے وہ مزدور تحریک میں سرگرم عمل رہے، وہ ایک شاعر، مصنف اور کالم نگار بھی تھے۔ انہوں نے دنیا میں ہونے والے مظالم کے خلاف اپنے قلم کو ہتھیار بنا کر مزاحمت کی اور اس راہ میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں۔ صعوبتیں ان کا حوصلہ نہیں توڑ سکیں۔ ہر مشکل اور صعوبت کے بعد ان کے اندر اپنے آدرشوں کو پانے اور نظریے سے وفادار رہنے کا عزم مزید توانا ہوتا چلا گیا۔

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کا منشور بھی انہوں نے تحریر کیا اور پارٹی کانگریس میں اس کا دفاع بھی کیا۔ اگست 1997ء میں دل کا ایک مہلک دورہ جان لیوا ثابت ہوا اور ان کو ہم سے جدا کر گیا۔ ان کے انتقال کے بعد مجھے ان کی کتابوں سے پریسٹورائیکا کا مسودہ ملا۔ جس کے مطالعے کے بعد اندازہ ہوتا ہے کہ کئی دہائیاں گزرنے کے باوجود پریسٹورائیکا اور سائنسی اور تکنیکی انقلاب کے حوالے سے کی گئی بحث میں آج بھی ہمارے لیے غور و فکر کے کئی پہلو پنہاں ہیں کیوں کہ 21ویں صدی میں جنم لینے والی ایک نئی دنیا کو سمجھنے میں اس کتاب میں کی گئی بحث بہت بڑی مدد فراہم کر سکتی ہے۔ اس کتاب میں کی گئی تحقیق ایک دستاویز کی حیثیت رکھتی ہے۔

افسوس اس بات کا ہے کہ یہ کتاب میرے والد اور مصنف شاہد رضوی اور اس کا پیش لفظ تحریر کرنے والے کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کے سیکریٹری کامریڈ امام علی نازش کی زندگیوں میں شائع ہو کر منظر عام پر نہ آ سکی۔

رعنا رضوی

پریستورائیکا

شاہد رضوی

جملہ حقوق بحق مصنف محفوظ ہیں

نام کتاب: پریستورائیکا

مصنف: شاہد رضوی

مرتب: رعنا رضوی

تعداد: 1000

قیمت: 600روپیہ پاکستانی

سن اشاعت: 2023ء

طباعت: مشہور پرنٹنگ پریس، میکلوڈ روڈ، کراچی

الحمد پبلی کیشنز، کراچی

گلشن اردو بازار، بلاک 3 گلشن اقبال، کراچی

Cell: 0322-2830957

email:alhamdpublications@hotmail.com

انتساب

آنے والے دنوں کے سفیروں کے نام
وہ جو خوشبوئے گُل کی طرح
اپنے پیغام پر خود فدا ہوگئے ہیں
(فیض احمد فیضؔ)

فہرست

☆...... عرضِ مصنف	شاہد رضوی	۵
☆...... پیش لفظ	کامریڈ امام علی نازش	۷
☆...... پریستورائیکا	علی اوسط جعفری	۹
☆...... پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ	کامریڈ امام علی نازش	۱۱
☆...... زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے	رعنا رضوی	۱۶
☆...... ابتدائیہ		۲۱
☆...... اسٹالن کا دور		۳۴
☆...... اقتصادی ترقی ورہنمائی		۶۱
☆...... پریستورائیکا کیا ہے؟		۷۱
☆...... سائنسی تکنیکی انقلاب		۷۷
☆...... STR کے اثرات		۸۳
☆...... STR کا دوسرا رخ		۸۹
☆...... سوویت روس میں STR		۹۳

عرضِ مصنف

اس کتاب کو پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ پریستورائیکا کی بحث میں کچھ اہم اور بنیادی نکات کی طرف قارئین کی توجہ مبذول کرائی جائے۔

پریستورائیکا کے سیاسی پہلوؤں پر وسیع بحث ہمارے سامنے ہے۔سوویت رہنماؤں کی تقاریر اور سوویت لٹریچر سے یہ عام تاثر ابھرتا ہے کہ سوویت روس میں حالات کی خرابی کلیتہً سیاسی قیادت کی خامیاں، نا اہلی اور موضوعی سوچ کا نتیجہ ہیں اور پریستورائیکا، پرانی سیاسی قیادت اس کے طریقۂ کار اور اس کی پیدا کی ہوئی خرابیوں کے خلاف ایک انقلاب ہے متعدد دوسرے ممالک کی کمیونسٹ پارٹیوں نے بھی موقف اختیار کیا ہے کہ سوشلسٹ بلاک کے عوام کمیونسٹ پارٹی کے سیاسی جبر کے خلاف انقلاب لائے ہیں۔ پریستورائیکا کے نتیجہ میں اٹھنے والے سوالوں کا حل اسٹالن سے برژنیف تک پارٹی اور سوویت حکومت کی کارکردگی میں تلاش کیا گیا اور اس کے حوالے سے مارکسزم لیننزم کو مسترد کرنے کی کوششیں بھی کی گئیں۔

پریستورائیکا پر بحث کرتے وقت ہم اس کی ناقابلِ تردید سیاسی اہمیت پیشِ نظر رکھتے ہیں اور اس انقلاب کی بے پناہ طاقت اور توانائی کو دھیان میں رکھتے ہیں لیکن اس اصول کو بھول جاتے ہیں کہ سیاسی ڈھانچہ کی بنیادیں اقتصادیات میں پیوست ہوتی ہیں۔سیاست اور اقتصادیات کا عمل اور ردعمل ایک دوسرے پر اثر انداز ہونے کا تناسب اور متعین حالات میں ان کی وسعت اور گہرائی کا ادراک کیے بغیر ہمارے تجزیے نہ صرف یک رُخ اور یکطرفہ ہوتے ہیں بلکہ پریستورائیکا کی ہمہ گیر طاقت اور اہمیت کو بھی نظر انداز کر جاتے ہیں۔

گزشتہ نصف صدی میں پیداواری طاقتوں اور سماجی و سائنسی علوم کی ناقابلِ قیاس ترقی ایک نئی دنیا کو جنم دے رہی ہے، جس کی اقتصادیات بھی مختلف ہیں اور سماج بھی۔اس کے ارتقا کے خصوصی قوانین بھی مختلف ہوں گے۔نظر یہ آ رہا ہے کہ سامراج اپنا وقت پورا کر چکا ہے کیونکہ سرمایہ داری کے open systems کو استعمال کرنے کی سامراجی صلاحیت مسلسل کم ہوتی جا رہی ہے، جس نئی دنیا کے آثار ابھر رہے ہیں، وہ کرۂ ارض کے تمام عوام کی دنیا ہوگی اور سماجی ارتقا میں ایک نئی منزل۔اس دنیا اس کا ادراک کرنے کے لیے، جس میں پریستورائیکا ایک سنگِ میل ہے، سوویت اور عالمی اقتصادیات پر توجہ دینا ضروری ہے۔میری کوشش یہی ہے کہ اور آپ کی توجہ اس طرف مبذول کرائی جائے۔

اس کتاب میں پریستورائیکا اور سائنسی، تکنیکی انقلاب کے تعلق کے بارے میں عرض کیا گیا ہے، کوشش یہ ہے کہ آئندہ کتاب جو اس کا تسلسل ہوگی' میں پریستورائیکا' اس کے تا حال نتائج' STR(۱)' عالمی اقتصادی اور سیاسی صورت حال پر بحث کی جائے جس میں تیسری دنیا کے ممالک خاص کر پاکستان کا کردار بھی زیر بحث لایا جائے۔

میں کامریڈ امام علی نازش، جنرل سیکریٹری کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان کا مشکور ہوں کہ انہوں نے باوجود عدیم الفرصتی اور بیماری کے اس کتاب کا پیش لفظ تحریر کیا۔

شاہد رضوی

12 ستمبر 1990ء

---

(۱)۔STR سائنسی تکنیکی انقلاب (Scientific Technical Revolution)

پیش لفظ

سوویت یونین میں پریستورائیکا اور گلاسناسٹ (۱) کی مہم جو ایک لازمی اور درست اقدام تھا اس کے اطلاق نے ساری دنیا پر زبردست اثرات مرتب کیے۔ اس مہم کے بعد یا اس کے نتیجے میں سوشلسٹ بلاک میں جو وسیع تبدیلیاں آئی ہیں، جس طرح وہ بحرانوں کا شکار رہا ہے اور اس نے عالمی مزدور تحریک پر بالخصوص اور نو آزاد نیوکولونیلزم (۲) کی اب تک شکار دنیا پر جو اثرات ڈالے ہیں یا آئندہ پڑ سکتے ہیں اُن پر عالمی پیمانے پر مباحثہ جاری ہے۔

اس حقیقت کا اعتراف کرنا چاہیے کہ خود سوویت یونین میں جو انتشار اور بحران کی کیفیت ہے، اس نے ساری دنیا کو چونکا دیا ہے، اس وقت حالت یہ ہے کہ خود سوویت یونین میں 1917ء کے انقلاب کو یوٹوپیا ثابت کر کے رَد کرنے کی کوشش کی جارہی ہے۔

مارکسزم لینن ازم کے نظریات کو انیسویں صدی اور بیسویں صدی کے ابتدا کی باقیات کے کھاتے میں ڈال کر انہیں رد کرنے یا اس پر سوالیہ نشان بنانے کی کوشش کے ساتھ اس وقت بین الاقوامی مزدور تحریک سخت بحران کا شکار ہے۔ نئے حالات میں تخلیقی رویہ کی اہمیت کے نام پر مارکسزم لینن ازم میں ترمیم پسندی کی لہر چلی ہوئی ہے۔

(۱) گلاسناسٹ۔ کھلی مشاورتی حکومت

(۲) نیوکولونیلزم (Neocolonialism) نو آبادیاتی نظام

پاکستان کے بائیں بازو میں اور خود کمیونسٹ پارٹی میں بھی بحث جاری ہے جو بڑی خوش آئند بات ہے۔ پارٹی نظریاتی بحث و مباحثہ کی ہمت افزائی کرتی ہے اور اس نے اس سلسلے میں مختلف نظریات کو اپنے پرچے میں شائع کیا ہے تاکہ ان کا تقابلی جائزہ لے کر ساتھی کسی نتیجے پر پہنچیں۔

کامریڈ شاہد رضوی کی زیرِ نظر کتاب ایک انتہائی سنجیدہ کوشش ہے، انھوں نے اس کتاب کو مرتب کرنے میں بڑی دقتِ نظر سے کاوش کی ہے اور بہت سے نئے گوشے ابھارے ہیں۔ انہوں نے پریستورائیکا کی اہمیت کو اجاگر کرنے کے ساتھ ہی ساتھ اکتوبر انقلاب اور مارکسزم اور لینن ازم کی سائنسی سچائی کا دفاع کرنے کی کوشش کی ہے۔ ان کے بہت سے مویشنز سے اختلاف کیا جاسکتا ہے لیکن ان کی دعوتِ فکر یقیناً اہمیت کی حامل ہے۔

کامریڈ شاہد پرانے مزدور تحریک کے فعال کارکنوں میں سے اہم کارکن رہے ہیں، ان کی مزدور طبقہ اور اس کی تحریک اور تنظیم کے ساتھ وفاداری شک و شبہ سے بالا ہے۔ ان کا مطالعہ بھی خاصا وسیع ہے۔ ان کا اندازِ تحریر شگفتہ اور عام فہم ہے البتہ انگریزی اصطلاحات کا ترجمہ تو شاید ممکن نہ ہو لیکن اگر تھوڑی تشریحات کر دی جائیں تو قاری کو سمجھنے میں مزید آسانی ہوگی۔

مجھے یقین ہے کہ یہ کتاب دلچسپی کے ساتھ پڑھی جائے گی لیکن یہ نامکمل رہے گی جب تک اس کا دوسرا حصہ بھی جس میں انہوں نے عالمی مزدور تحریک، تیسری دنیا وغیرہ پر اس کے اثرات سے بحث کی ہے وہ سامنے نہ آجائے۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ وہ اپنے وعدے کو پورا کریں گے۔

کامریڈ امام علی نازش

سیکریٹری جنرل

کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان

9 اکتوبر 1990ء

پریستورائیکا

میرے ساتھی، میرے دوست شاہد رضوی نے پریستورائیکا کی بحث میں جن چند بنیادی نکات کی طرف توجہ دلائی ہے ان کا مجھے بالکل علم نہیں تھا، ہاں البتہ گورباچوف کے زمانے میں پریستورائیکا کے موقف پر ساری دنیا کے انقلابی حلقوں میں ہلچل ضرور نظر آ رہی تھی اور دنیا بھر کی کمیونسٹ پارٹیوں میں انتشار کی سی کیفیت پائی جاتی تھی اور دیکھتے ہی دیکھتے سوویت یونین میں ردِ انقلاب کا ایک بڑا سانحہ رونما ہوا جس سے ساری دنیا متاثر ہوئی۔ یہ حقیقت ہے کہ جس طرح کی صورتحال لینن کے بعد روس میں رہی، وہ واقعی تشویشناک تھی، جس کی وجہ سے گورباچوف کو اپنا موقف پیش کرنے کا موقع ملا جس سے کمیونسٹ بلاک میں ہلچل پیدا ہوئی۔ بہرحال اس موضوع پر اب بھی بحث ومباحثہ جاری ہے۔ شاہد رضوی کی پریستورائیکا پر یہ کتاب عالمی مارکسی دانشوروں کے لیے قابل قبول ہوسکتی ہے۔

پریستورائیکا (تشکیلِ نو) کے جن سات نکات پر جنوری 1987ء میں سوویت کمیونسٹ پارٹی کی مرکزی کمیٹی کے اجلاس میں پہلی بار غور وخوض کیا گیا وہ سات نکات حسب ذیل ہیں، جنھوں نے ساری دنیا میں ہلچل مچا دی۔ اگرچہ ان کو سرسری پڑھا جائے تو ان کے ہر نکتے میں سوشلزم کو آگے بڑھانے، اس کو تیز کرنے کا عندیہ دیا گیا ہے لیکن پھر بھی ان نکات پر بحث وتمحیص کی ضرورت ہے لہٰذا شاہد رضوی نے بھی پریستورائیکا پر بحث کی ہے اور اپنے ساتھیوں کو بھی دعوت دی ہے کہ وہ سنجیدگی سے ان نکات پر بحث ومباحثہ کر کے کسی نتیجے پر پہنچیں۔

نکات:

(۱) پریستورائیکا جمود کے عوامل کو ختم کرنے اور معاشرے کی سماجی اور معاشی ترقی کو تیز

کرنے کا اہم ذریعہ ہے اور اس کے اہم ترین عنصر سائنسی، تکنیکی انقلاب کے حاصلات کو منصوبہ بند اقتصادیات سے منسلک کر کے سوشلزم کی تمام تر قوت کو بروئے کار لانا ہے۔

(۲) پریستورائیکا کی بنیاد وسیع عوامی حلقوں کا زندہ آرٹ ہے جو سوشلسٹ نظام کی ہمہ گیر ترقی کے اصولوں پر مشتمل ہے۔

(۳) پریستورائیکا سوویت یونین میں سوشلسٹ، معیشت کی مضبوطی اور لینن کے اصولوں کا مکمل اطلاق اور افسرشاہی سے انکار ہے۔

(۴) پریستورائیکا کا مقصد سائنس دانوں کو سوشلسٹ معاشرے کو مزید طاقتور بنانے کے لیے تیار کرنا ہے۔

(۵) پریستورائیکا سوشلسٹ دشمن رجحانات کے خلاف مسلسل جدوجہد کا نام ہے۔ یہ سماج کے ہر فرد اور مجموعی سوشلسٹ معاشرے کے روحانی اور ثقافتی معیار میں مستقل بہتری کا نام ہے۔

(۶) پریستورائیکا سوشلسٹ سماج کے دشمن رجحانات کے خلاف کھلی جدوجہد ہے۔

(۷) پریستورائیکا کا مقصد ملکی زندگی کے تمام پہلوؤں کو تقویت دے کر سوشلزم کو سماجی تنظیم کی جدید خصوصیات سے لیس کرنا اور اقتصادیات، سماجی شعبے، سیاسیات اور اخلاقیات میں سوشلزم کے انسان دوست کردار کو اجاگر کرنا ہے۔

دیکھیے پریستورائیکا کے ساتوں نکات میں سوشلزم کو آگے بڑھانے کی بات کی گئی ہے، اس کے باوجود ان نکات پر مزید بحث کی اشد ضرورت ہے۔

کامریڈ شاہد رضوی کی بڑی بیٹی رعنا رضوی نے جب اپنے والد مرحوم کی پریستورائیکا پر لکھی ہوئی تحریر کے بارے میں مجھ سے تذکرہ کیا کینیڈا سے، اور یہ خواہش ظاہر کی کہ اس کو کتابی شکل میں چھپوانا چاہتی ہوں تو میں نے ان سے کہا کہ اگرچہ دیر ہوچکی ہے لیکن پھر بھی تمہارا یہ خیال اچھا ہے۔ اپنے والد کی سوچ اور فکر پر مبنی جس تحریر کو تم ایک امانت کے طور پر محفوظ رکھے ہوئے تھیں، اب اسے کتابی شکل میں لا کر قارئین تک پہنچانے کا عزم بھی پورا کر دیا ہے جس پر تمہیں مبارکباد پیش کرتا ہوں۔ امید ہے تمہاری اس کاوش کی انقلابی حلقوں میں خاطر خواہ پذیرائی کی جائے گی۔

علی اوسط جعفری

''پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ''

اوجھا سینی ٹوریم کی تنہائی میں جہاں میں گزشتہ ڈھائی سال سے زندگی اور موت کی کشمکش میں ہوں کامریڈ شاہد سے بچھڑنے کی قطعی اور غیر متوقع اندوہناک خبر نے مجھے ہلا کر رکھ دیا ہے۔ میں تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ شاہد جیسا وفادار کامریڈ اس طرح بغیر ملے' بغیر بتائے رخصت ہو جائے گا اور وہ بھی ہمیشہ کے لیے:

کیوں گئے تنہا اب رہو تنہا کوئی دن اور

یقین نہیں آتا کہ شاہد جیسا باغ و بہار کمیونسٹ ہر تکلیف' ہر مصیبت کو قہقہے میں اڑا دینے والا اس طرح ایکا ایکی موت سے شکست کھا جائے گا

پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ
افسوس تم کو میرؔ سے صحبت نہیں رہی

ہاں دیوانوں میں سے ایک اور دیوانہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا۔ شاہد اس پراگندہ طبع عشق پیشہ دیوانوں کے قبیلے کا فرد تھا جو تلاش حسن کے لیے ہمہ تن خود کو وقف کر دیتے ہیں' جو زندگی کے حسن' سچائی اور زندگی دشمن قوتوں کے خلاف جدوجہد کو اپنا ایمان اور آدرش بنا لیتے ہیں ایسے دیوانے عاشق اب نایاب ہوتے جا رہے ہیں جو اپنا سب کچھ ایک مقصد کی خاطر قربان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ جو دل و جان سے اس کے لیے لگے رہتے ہیں۔ کامریڈ شاہد سے میری ملاقات 1956ء میں حیدر آباد میں ہوئی تھی جہاں مجھے کراچی سے کمیونسٹ پارٹی نے منتخب کیا تھا۔ وہ عجیب وغریب زمانہ تھا 1954ء میں کمیونسٹ پارٹی غیر قانونی قرار دی جا چکی تھی حکومت کا تشدد

اپنے عروج پر تھا۔ سی آئی ڈی اور دوسری خفیہ ایجنسیاں مستقل ہمارا پیچھا کرتی رہتی تھیں اس کے باوجود پارٹی کے ساتھی' یہ دیوانے' یہ پراگندہ طبع لوگ بغیر کسی پرواہ کے حکومت کے مظالم کو نظر میں نہ لاتے ہوئے اس کے چیلنج کا مقابلہ کرتے تھے وہ جدوجہد میں' انسانی زندگی اور خیر کی جدوجہد کے لیے' انسانیت کے لیے' محنت کش طبقے کی آزادی کی جدوجہد کے لیے دل و جان سے لگے ہوتے تھے۔

باوجود اس کے کہ اس زمانے میں حالات بے حد خراب تھے پارٹی کی مالی حالت بہت کمزور تھی پیشہ ور انقلابیوں کو Wages بھی بہت کم ملتے تھے اس کے باوجود ان ساتھیوں کا جوش و جذبہ' ان ساتھیوں کی لگن' ان کی جدوجہد کا جوش اپنے عروج پر تھا۔ دن رات وہ حکومت کی ایجنسیوں کے تمام ہتھکنڈوں کا مذاق اڑاتے اور پھر اپنے کام میں لگ جاتے تھے۔

اس عجیب وغریب زمانے میں کامریڈ شاہد رضوی اور کامریڈ شمیم واسطی دو ساتھی' دو رفیق' دو دوست' حیدر آباد میں ٹریڈ یونین کی جان تھے۔ شاہد ناٹے سے قد کے دبلے پتلے خوبصورت خدو خال' چمک دار روشن آنکھیں اور ہر لحہ ہونٹوں پر مسکراہٹ' بات بات میں فقرے' لطیفے گویا زندگی کی سختیوں کی کوئی پرواہ ہی نہیں ہے۔ وہ سختیوں اور تکلیفوں کا مذاق اڑانے والے لوگوں میں سے تھا۔ ان کو ہنسی میں ٹال دینے والے لوگوں میں سے تھا انہیں صرف ایک ہی لگن تھی اور وہ تھی محنت کش طبقے کی آزادی کی جدوجہد کی۔ شاہد ایک پڑھے لکھے اور باشعور نوجوان تھے جب میری ان سے پہلی ملاقات ہوئی تو پہلے ہی دن ہم بے تکلف دوست بن گئے۔ شاہد اور شمیم دونوں کی آپس میں بہت بنتی تھی دونوں بہت فقرے باز اور بذلہ سنج تھے شاہد چونکہ پڑھے لکھے زیادہ تھے باشعور تھے' ان کے فقروں میں' لطیفوں میں گہرائی اور خوبصورتی ہوتی تھی۔ اکھڑ پن نہیں ہوتا تھا وہ بات سے بات نکالنا جانتا تھا۔ یہ دونوں ساتھی ایک دوسرے کے ساتھ ایسے رہتے تھے کہ لوگ انہیں یاجوج ماجوج کہتے تھے۔ یہ دن اور رات جدوجہد میں لگے رہتے تھے حالانکہ اس زمانے میں 1957ء میں مارشل لا لگا ہوا تھا۔ وہ ٹرانسپورٹ' ٹیکسٹائل اور دوسری فیکٹریوں کے مزدوروں کو منظم کرنے میں ہر وقت

کوشاں رہتے تھے۔ کچھ دنوں کے بعد شاہد چھٹی کے لے خیر پور چلے گئے اور انہوں نے شادی کر لی۔ کچھ عرصے کے لیے ہمارا رابطہ ٹوٹ گیا لیکن وہ خاموش نہیں بیٹھے وہ جہاں بھی رہے پارٹی سے ان کا تعلق قائم رہا خیر پور میں بھی انہوں نے پارٹی سے رابطہ نہیں توڑا بلکہ مستقل تعلق قائم رکھا ساتھی کارکنوں کے ساتھ مل کر مشورے دیتے رہے' کام کرتے رہے چھ ماہ بعد سکھر میں شاہد سے میرا دوبارہ رابطہ ہوا ان کی بڑی خوبیوں میں سے ایک یہ تھی کہ انہوں نے زندگی میں کبھی پارٹی سے' اپنا کاز سے' اپنے ساتھیوں سے بے وفائی نہیں کی۔ وہ ایک باوفا' باشعور اور دردمند ساتھی تھے۔ ان کے دل میں ساری انسانیت کا' ساری دنیا کے محنت کشوں کا' ساری دنیا کے مظلوموں کا درد تھا وہ ان کے لیے تڑپ جاتے تھے یہی وہ جذبہ تھا جس کہ وجہ سے وہ سارے ساتھیوں میں بے حد مقبول تھے اور سارے ساتھی ان سے بہت محبت کرتے تھے۔

میں پھر کہوں گا کہ شاہد ان عشق پیشہ دیوانوں کے قبیلے کا فرد تھا جو تلاشِ حسن کے لیے خود کو وقف کر دیتے ہیں۔ زندگی کے حسن' سچائی اور زندگی دشمن قوتوں کے خلاف جدوجہد کو اپنا ایمان اور آدرش بنا لیتے ہیں' ایسے دیوانے عاشق اب نایاب ہوتے جا رہے ہیں آج جب میں اپنے چاروں طرف دیکھتا ہوں تو مجھے ایسے ساتھی کم ملتے ہیں جنہوں نے اس طرح سے اپنی زندگی کو کسی آدرش کے لیے ہمہ تن جدوجہد میں لگا دیا ہو آج جبکہ حالات خصوصاً سوویت یونین کے بکھر جانے کے بعد جس طرح کنفیوژن پھیلا ہے اچھے اچھے کامریڈ اور دوست جو کل تک بہت آگے بڑھے ہوئے تھے وہ پیچھے ہٹ گئے اور کنفیوژن کا شکار ہو گئے اور ان کی وفاداریاں متزلزل ہو گئیں۔ کامریڈ شاہد کے ہاں اونچ نیچ تو آتی رہی مگر خود ان کا سوشلزم پر سے یقین اٹھا اور نہ ہی محنت کش عوام کی جدوجہد سے ان کا رشتہ کبھی ٹوٹا۔ یہ ان کی بڑی خصوصیت تھی کہ وہ وقتی طور پر کبھی کبھی ڈھیلے پڑے لیکن اس کے باوجود پارٹی سے ان کی وفاداری' مقصد سے ان کی لگن و وابستگی کبھی کم نہیں ہوئی چاہے وہ جیل کے اندر رہے ہوں یا جیل سے باہر۔ انہوں نے اپنی شاعری کے ذریعہ' قلم کے ذریعہ اس جدوجہد کو جاری رکھا وہ ناقابل شکست کمیونسٹ تھا اس نے اپنے مقصد کے لیے چومکھی

لڑائی لڑی۔ قلم سے بھی اور روزمرہ کی مزدور طبقے کی جدوجہد کے ذریعے بھی۔ وہ ٹریڈ یونین کارکن ہونے کے ساتھ ساتھ کالم نویس' مضمون نگار اور شاعر بھی تھا اس نے اپنی شاعری' اپنے فکاہیہ اور طنزیہ مضامین کے ذریعہ یعنی قلم کے ذریعے جہاد کیا۔ شاہد کا عشق زندگی کے حسن سے' محنت کش عوام کی جدوجہد سے لامحدود تھا' یہ ہر چیز میں جھلکتا تھا اور اس کی شاعری میں بھی جھلکتا ہے۔ اس کا دردمند دل جو عوام کے خلاف ہونے والی ہر زیادتی کو محسوس کرتا تھا۔ پٹ فیڈر کے کسانوں کی جدوجہد ہو یا ملتان کے مزدوروں کی جدوجہد۔ وہ ہر جدوجہد کو اپنی جدوجہد سمجھتے ہوئے قلم کے ذریعہ اپنی آواز بلند کرتا۔ وہ کبھی خاموش نہیں بیٹھتا پٹ فیڈر کے کسان ہوں' فلسطین کے مجاہد ہوں' ویت نام ہو یا ملتان کے شہید ہوں سب اس کے ساتھی ہیں' اس کے دوست ہیں' اس کے رفیق ہیں جہاں جہاں بھی عوام کی جدوجہد جاری ہے شاہد نے اس کے بارے میں لکھا ان کی جدوجہد میں اپنی آواز شامل کی۔ اپنے قلم سے' اپنی جدوجہد سے برابر ہر جدوجہد میں شریک رہا۔

کامریڈ شاہد نے اپنی اولاد کی ایک مخلص کمیونسٹ کی تربیت بھی کی اس نے باپ کے ساتھ اپنی اولاد کو اپنا رفیق و ساتھی بھی بنایا اس نے پارٹی اور محنت کش عوام کی جدوجہد کو اولیت دی وہ ایک سچا کمیونسٹ تھا سچا دوست تھا' سچا رفیق تھا۔

کامریڈ شاہد ایک انتہائی دردمند دل رکھنے والا' باغی ذہن کے کامریڈ تھے ہر ظلم' ہر تشدد' عوام کے ساتھ ہونے والی ہر زیادتی پر ان کا دل تڑپتا تھا جہاں جہاں بھی تشدد ہو' زیادتی و ظلم ہو وہ اس کے خلاف سراپا احتجاج تھے شاہد کو اپنے ساتھیوں سے بے تحاشہ محبت تھی کامریڈ حسن ناصر اور نذیر عباسی ان کے لیے بغاوت' احتجاج اور انقلاب کے سمبل تھے وہ اس بات پر فخر کرتے تھے کہ حسن ناصر نے اپنی جان دے دی لیکن اپنے کاز' اپنے مقصد سے پیچھے نہیں ہٹا' نذیر عباسی نے اپنی جان دے دی لیکن ظلم کے مقابلے میں نہیں جھکا۔

موت نے مجھ سے ایک انتہائی پیارا دوست اور پارٹی سے ایک مخلص کمیونسٹ چھین لیا ہے شاہد جیسے انسان کو موت مار نہیں سکتی وہ موت سے بہت زیادہ قوی ہوتے ہیں۔

کامریڈ شاہد جیسے لوگ بظاہر مرجاتے ہیں لیکن وہ مرا نہیں کرتے' وہ ساتھیوں کے دلوں میں' اپنے کلام کے ذریعے' اپنے عمل کے ذریعہ جوانہوں نے اپنے مقصد کے لیے کیا ہے ہمیشہ یادرکھے جائیں گے۔ پارٹی کے ساتھ ان کے گہرے بندھن تھے پارٹی کا جو نیا آئین بنا تھا اس کا مسودہ انھی نے لکھا تھا جو کانگریس میں پاس ہوا اور اس کو Defend کرنے کے لیے بھی انہی کو بلایا گیا تھا۔

کامریڈ شاہد کا پارٹی سے سوشلزم سے رشتہ اندھی عقیدت کا رشتہ نہیں تھا وہ رشتہ شعور کا تھا' منطق کا تھا' سائنس کا تھا۔ اندھے عقیدے کے ساتھ شاہد نے سوشلزم کو قبول نہیں کیا تھا۔ اسی لیے سوویت یونین کے زوال کا ان پر اتنا اثر نہیں ہوا جتنا ان لوگوں پر ہوا جنہوں نے اسے عقیدہ بنایا ہوا تھا وہ یہ بات جانتے تھے کہ ایک ماڈل ٹوٹا ہے۔ دس ماڈل اور پیدا ہوں گے۔ وہ جانتے تھے کہ سوشلزم ناکام نہیں ہوا۔ غلطیوں کی سزا ملی ہے انہیں یہ یقین تھا کہ سرمایہ داری کا بحران کم نہیں ہوگا یہ بڑھتا ہی جائے گا اور بڑھتا ہی جارہا ہے۔ انہیں یہ بھی یقین تھا کہ وہ قوتیں جو اس کی وجہ سے بکھر گئی ہیں پھر منظّم ہوں گی اس لیے کہ مزدور طبقے کی جدوجہد' طبقاتی جدوجہد جاری ہے اور جاری رہے گی جب تک کہ ایک ایسا سماج وجود میں نہیں آجائے جو کہ خوبصورت ہو جس میں سب کو برابر سے حقوق ملیں اور وہ صرف سوشلزم اور کمیونزم سے ہی ممکن ہے۔

امام علی نازش

چیئرمین (کمیونسٹ مزدور کسان پارٹی)

زمیں کھا گئی آسماں کیسے کیسے

''شاہد اس پراگندہ طبع عشق پیشہ دیوانوں کے قبیلے کا فرد تھا جو تلاش حسن کے لیے ہمہ تن خود کو وقف کردیتے ہیں' جو زندگی کے حسن' سچائی اور زندگی دشمن قوتوں کے خلاف جدوجہد کو اپنا ایمان اور آدرش بنا لیتے ہیں ایسے دیوانے عاشق اب نایاب ہوتے جارہے ہیں جو اپنا سب کچھ ایک مقصد کی خاطر قربان کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔'' (کامریڈ امام علی نازش)

30-31 اگست 1997ء کی درمیانی رات جب میرے والد خود اپنے پیروں سے چل کر ہسپتال گئے۔ انہیں صرف معمولی بخار تھا اور ہسپتال پہنچنے کے دس منٹ بعد ڈاکٹر نے کہہ دیا کہ "He is no more"۔ اگست 1997ء سے لے کر اب تک چھبیس سال سے زیادہ کا ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے مگر وہ لمحہ جس میں میرے والد راہی ملکِ عدم ہوئے' آج بھی وہیں کھڑا ہے۔ حالانکہ زندگی ان 26 سالوں میں کتنی آگے بڑھ چکی ہے۔ سایہ سے دھوپ میں آجانے کا احساس' چھت کے چھن جانے کا احساس۔ سب کچھ اس ایک لمحہ میں منجمد ہوگیا ہے۔ ایک نہایت شفیق باپ اور ایک دوست سے بچھڑ جانے کا احساس۔ جب کبھی میرے والد کو گھر واپسی پر دیر ہوجاتی تھی اور ہم دروازہ پر ان کے منتظر کھڑے ہوتے تھے تو نہ جانے کیوں کبھی خیال آتا تھا کہ اگر میں کبھی اپنے والد کو نہیں دیکھ پائی تو کیا ہوگا اور اس خیال کے ساتھ ہی جیسے دل بند ہوجاتا تھا۔ آج اس چہرے کو دیکھے ہوئے ایک طویل عرصہ گزر چکا ہے مگر دل بھی چل رہا ہے اور زندہ بھی ہے۔

وہ ایک محبت کرنے والے باپ ہی نہیں تھے بلکہ ایک دوست بھی تھے جن سے ہم ہر بات شیئر کرتے تھے۔اور پاپا ہمیں ہر بات کی اچھائی، برائی بتا کر فیصلہ ہم پر چھوڑ دیتے تھے۔سرخ پرچم، کمیونسٹ، مزدور طبقہ، نظریاتی جنگ، پمفلٹ، مولانا ان سب ناموں سے میں بچپن سے آشنا تھی مگر ان کے مفہوم سے نا آشنا تھی۔میرے والد میری سالگرہ پر ہمیشہ مجھے کتاب تحفے میں دیتے تھے۔ساحر لدھیانوی کی کلیاتِ ساحر، ساغر صدیقی کی کتاب گورکی کی کتاب ماں، ڈان بہتا رہا، فیض احمد فیض کی کتابیں، حسن ناصر کے اوپر لکھی گئی کتاب۔یہ سب اور نہ جانے کتنی کتابیں مجھے اپنے والد سے تحفے میں ملیں اور جن کو پڑھنے کے بعد جو سمجھ میں نہ آئے پاپا سے پوچھ لیتی تھی۔یہی ہماری کمیونسٹ کی تربیت کا آغاز تھا۔پھر ان کے ساتھ جلسے جلوس، کنونشن ہر جگہ شرکت کی۔اس وقت سمجھ میں آیا کہ پارٹی کیا ہے۔کمیونسٹ کون ہیں؟ اور یہ کس لیے لڑ رہے ہیں۔مزدور طبقے کی جدوجہد کیا ہے۔

میرے والد کو جنرل یحییٰ خان کے دور میں ایک آرٹیکل لکھنے پر گرفتار کیا گیا اور شدید تشدد کیا گیا۔میری والدہ بتاتی تھیں کہ میرے والد بہت صحت مند ہوتے تھے جیل جانے سے پہلے مگر جیل سے واپس آنے کے بعد وہ بہت کمزور ہو گئے تھے انہیں ذیابیطس ہو گئی تھی۔ان کی پی آئی اے کی ملازمت ان کی گرفتاری کے بعد ختم ہو گئی تھی۔زندگی کے مسائل سے نمٹنے کے لیے کبھی وہ ایڈووکیٹ امجد کے پاس کام کرتے تھے اور کبھی کہیں اور مگر ان سارے حالات میں، میں نے انہیں کبھی پارٹی کے کاموں سے پیچھے ہٹتے ہوئے نہیں دیکھا۔کبھی وہ کسی جلسے میں شریک ہوتے، کبھی کسی میٹنگ میں۔گھر آنے کے بعد میں نے ہمیشہ انہیں رات گئے تک لکھتے ہی دیکھا۔کبھی ساتھیوں کے ساتھ گفتگو کرتے دیکھا۔کامریڈ نازش چچا، ڈاکٹر اعزاز نذیر، جاوید شکور، فصیح سالار، شمیم واسطی، ہدایت، آصفہ رضوی، تنویر شیخ اور نہ جانے کتنے کامریڈ دوست گھر آتے تھے اور اپنے والد کو کبھی کسی بات پر بحث کرتے ہوئے۔کبھی اپنی شاعری سناتے ہوئے دیکھا ایک بات مجھے ہمیشہ حیرت میں ڈالتی تھی کہ میرے والد جب بھی اپنے کامریڈ دوستوں کے ساتھ ہوتے،

کبھی مزدوروں کی جدوجہد پر بات کر رہے ہوتے یا اپنی شاعری سنا رہے ہوتے ان کے چہرے پر ایک عجیب سی چمک ہوتی۔ایک روشنی سی ہوتی اس کو آج بھی میں لفظوں میں بیان نہیں کر سکتی۔

شمیم واسطی چچا جب بھی گھر آتے ان کے ہاتھ میں ایک کپڑے کا تھیلا ہوتا جس میں میٹھی چھالیہ ضرور ہوتی اور وہ ہم سب کے لیے ضرور میٹھی چھالیہ لے کر آتے اور ہم سب کو ان کا ہمیشہ بہت انتظار رہتا۔

کامریڈ امام علی نازش چچا کو میں نے پہلی مرتبہ اپنے بچپن میں دیکھا تھا ایک مرتبہ رات گئے پاپا نے آ کر امی کو سوتے سے اٹھایا کہ چائے بنا دو، مولانا آئے ہیں۔تھوڑی دیر بعد امی نے مجھ سے کہا کہ پاپا کو آواز دو کہ آ کر چائے لے لیں۔میری امی اس زمانے میں پردہ کرتی تھیں۔ میں نے اندر کمرے میں جا کر پاپا کو بلایا۔پاپا وہاں ایک لمبے قد کے دبلے پتلے سے بہت بارعب شخص کے ساتھ گفتگو میں منہمک تھے۔ان کو دیکھتے ہی خیال آیا کہ مولانا تو ایسے نہیں ہوتے ان کی تو بڑی سی داڑھی ہوتی ہے۔یہ خیال ہمیشہ میرے ذہن سے چپکا رہا جب تک شعور کی منزلیں طے کرتے ہوئے یہ واضح ہو گیا کہ کامریڈ امام علی نازش کو مولانا کیوں کہتے ہیں۔میرے والد کامریڈ امام علی نازش چچا کا اور ان کی قربانیوں کا ذکر بہت محبت اور عقیدت سے کرتے تھے ایک بیٹی کی حیثیت سے میں اپنے والد کے بارے میں بہت کچھ لکھ سکتی ہوں مگر یہ ایک بیٹی کے جذبات و احساسات ہیں اور شاید قاری کو اس سے اتنی دلچسپی نہ ہو۔اس لیے میں اپنی تحریر کے آغاز پر اپنے والد کے بارے میں کامریڈ امام علی نازش چچا کے ایک مضمون کے اقتباس کا حوالہ دینا زیادہ بہتر تصور کرتی ہوں تاکہ قاری جان سکے کہ شاہد رضوی ''پریستورائیکا۔ایک تحقیقی مقالہ'' کا مصنف کون ہے۔میرے والد کا انتقال 1997ء میں ہوا اس وقت ان کی دو شاعری کی کتابیں زیرِ اشاعت تھیں۔پاپا کے انتقال کے بعد 1998ء میں ان دو کتابوں کو شائع کرانے کا سوچا۔میں نے کامریڈ امام علی نازش چچا سے درخواست کی کہ وہ ان کتابوں کے بارے میں، پاپا کی شاعری اور ان کی شخصیت کے بارے میں لکھ دیں۔کامریڈ امام علی نازش چچا نے میری درخواست کا

مان رکھا اور ایک بہت ہی جامع مضمون لکھ کر دیا باوجود بیماری کے۔ یہ مضمون پاپا کی شاعری کے مجموعے ''شہرِ وفا'' میں شائع ہوا۔ ''پیدا کہاں ہیں ایسے پراگندہ طبع لوگ'' '' کے عنوان سے شائع ہوا۔ اس مضمون کی تاریخی اہمیت کو پیشِ نظر رکھ کر اسے اس کتاب میں شامل کیا گیا ہے۔

کامریڈ شاہد رضوی کون تھے' یہ کوئی ایسی ہی ہستی زیادہ بہتر بتا سکتی ہے جن سے میرے والد کا بہت پرانا' گہرا اور روح کا تعلق ہو۔ پاپا 14 سال کی عمر سے پارٹی کے کارکن کی حیثیت سے کام کرتے رہے۔ اور آخری سانس تک کرتے رہے میرا' میرے والد سے تعلق گہرا' خون کا اور روح کا ضرور ہے مگر اتنا طویل نہیں ہے جتنا ان کا تعلق پارٹی اور ان کے ساتھیوں سے ہے اسی لیے میں نے کامریڈ امام علی نازش کے مضمون کے اقتباس سے اپنی تحریر کا آغاز کیا ہے تاکہ قارئین جان سکیں کہ کامریڈ شاہد رضوی کون تھے۔ میرے والد کے دور کے ساتھیوں میں سے بہت سے ساتھی اب اس دنیا میں نہیں ہیں اور نئے کامریڈز پرانے دوستوں کے بارے میں کم جانتے ہیں۔

1998ء میں ارادہ تھا کہ پاپا کی غیر مطبوعہ شاعری کو بھی شائع کراؤں گی لیکن زندگی کے گونا گوں مسائل سے نبٹتے ہوئے اور کچھ میری غفلت کی وجہ سے یہ کام التوا کا شکار ہوتا چلا گیا۔ پاپا کی غیر مطبوعہ کلام کو مرتب کرتے ہوئے پرسیتورائیکا کا مسودہ نظر سے گزرا تو خیال آیا کہ شاعری کی کتاب سے پہلے اس کو شائع ہونا چاہیے پاپا کے کامریڈ ساتھیوں نے بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور اس طرح یہ کتاب شائع ہوئی۔

یہ کتاب ہرگز شائع نہ ہوتی اگر میرے والد کے بہت پرانے اور گہرے دوست کامریڈ علی اوسط جعفری انکل اور ندیم اختر بھائی کا تعاون نہ ہوتا اس کتاب کی اشاعت کا سارا کریڈٹ اوسط جعفری انکل اور ندیم اختر بھائی کو جاتا ہے اور میں ان کی بہت احسانمند اور شکر گزار ہوں۔

میری کوشش ہوگی کہ یہ کتاب اردو کے علاوہ انگلش میں بھی شائع ہو۔ یقیناً بہت سے دوستوں کو اس کتاب کے مضامین سے اختلاف ہوگا۔ اختلاف اور تنقید ایک صحت مند

معاشرے کے لیے بہت ضروری ہے جبکہ وہ مثبت اور تہذیب کے دائرہ میں ہو۔

پاپا کے غیر مطبوعہ کلام کی اشاعت بھی بہت جلد کی جائے گی اور پھر ان کی کلیاتِ شاہد رضوی بھی اگلے سال کے آخر تک شائع ہو جائے گی۔

رعنا رضوی

کامریڈ شاہد رضوی کی بیٹی

ابتدائیہ

بلاشبہ آج عالمی سیاست میں سب سے زیادہ اہم اور زیر بحث رہنے والا موضوع پریستورائیکا ہے۔سوشلسٹ بلاک جس نے اسے متحرک کیا سرمایہ دار دنیا اور تیسری دنیا کے ممالک سب کے لیے اس کی اہمیت مسلم ہے۔ پریستورائیکا سوویت روس کے داخلی نظام کو درست کرنے کی تحریک ہے لیکن یہ کوئی اصلاحی تحریک نہیں ہے بلکہ ایک اہم انقلابی قدم ہے اور روسی رہنما اسے 1917ء کے بعد دوسرا بڑا انقلاب کہتے ہیں، سرمایہ دار دنیا پریستورائیکا کے تحت روسی پالیسیوں میں تبدیلی کے پیش نظر اپنی پالیسیوں میں تبدیلیاں کرنے پر مجبور ہے جبکہ تیسری دنیا کے ممالک امید اور یقین کے ساتھ ان تبدیلیوں کو دیکھ رہے ہیں۔ یہ بات کہنا درست ہوگا کہ دنیا کے مستقبل کے لیے پریستورائیکا کی اہمیت بڑھتی جارہی ہے۔

پریستورائیکا کی اہمیت کا اندازہ ان عالمی موضوعات اور مسائل سے ہوتا ہے جن پر یہ اثر انداز ہورہا ہے۔ عالمی امن، دونوں سپر پاورز کے درمیان خوشگوار تعلقات، تخفیفِ اسلحہ، دنیا اور خاص طور پر یورپ کے لیے امن کی توقعات، علاقائی جنگوں میں کمی، دونوں بلاکوں کے درمیان اقتصادی تعاون، ماحولیاتی تحفظ اور وسائل فطرت کے مناسب استعمال کی کوششوں میں تعاون، خلا کی سائنس میں تعاون کے امکانات وغیرہ ایسے اہم مسائل ہیں جن کے حل پر انسانی نسلوں کے مستقبل کا دارومدار ہے۔

پریستورائیکا کا عالمی حالات پر اثرات کا ایک رخ یہ ہے کہ چین میں طلبا کی تحریک، ہند چینی ممالک میں تحریکوں کے نئے نہج، افغانستان، نکاراگوا، یمن اور متعدد ممالک میں قومی مصالحتی

تحریکیں نئی منزلوں کے نشان لیے ابھریں اور آگے بڑھ رہی ہیں۔

پریستورائیکا کے بارے میں دنیا بھر میں مختلف النوع رویے پائے جاتے ہیں خود روس میں ایک حلقہ اس کے خلاف ہے جبکہ ایک دوسرا حلقہ اس کی کامیابی کے بارے میں شک وشبہ میں مبتلا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی اور روسی عوام کی بہت بڑی اکثریت اس کے حق میں ہے۔سرمایہ دار حکومتیں اور عالمی سامراج اسے مسترد نہیں کرتا لیکن شک وشبہ کا اظہار کرنے کے ساتھ مخالف پروپیگنڈا اس شدت کے ساتھ کرتا ہے کہ پریستورائیکا کی وجہ یہ ہے کہ سوشلزم ناکام ہوگیا ہے اور سوشلسٹ ممالک کو سرمایہ دارانہ اقتصادیات اپنائے بغیر چارہ نہیں اور ان ممالک کی سرمایہ داری کی طرف واپسی کے اس عمل میں سرمایہ دارانہ ممالک کو مدد کرنا چاہیے وغیرہ۔ حالانکہ سرمایہ دار ممالک کی خواہشات کے بالکل برعکس، پریستورائیکا میں کسی ردِ انقلاب کا شائبہ بھی نہیں ہے روس اور مشرقی یورپ کی جمہوریتیں جو پریستورائیکا سے متاثر ہوئی ہیں، تادم تحریر، اپنے اقتصادی اور سماجی نظام پر سختی سے کاربند ہیں۔ خاصا وقت گزر جانے کے باوجود جس کے دوران بڑی بڑی تبدیلیاں سامنے آئی ہیں اہم ترین بات یہ ہوئی ہے کہ کمیونسٹ پارٹی اقتدار کی واحد اجارہ دار نہیں رہی اور اجتماعیت (Pluralism) (۱) پر عمل شروع ہوگیا لیکن سرمایہ دارانہ اقتصادیات کو اپنانے کے لیے کوئی بھی تیار نہیں ہے۔ کھلے پن کی پالیسی کے تحت سرمایہ دار ممالک سے تجارتی اور معاشی روابط میں اضافہ ہوا ہے لیکن یہ دو نظاموں کے درمیان رابطہ ہے کسی ایک سسٹم کے دوسرے میں ضم ہونے کی بات نہیں ہے۔

تیسری دنیا کے ممالک امید وبیم کی کیفیت میں ہیں اور اسے سمجھنے کی کوشش کررہے ہیں کیونکہ ایک طرف تو پریستورائیکا کے عالمی سیاست میں مثبت نتائج برآمد ہورہے ہیں۔ دوسری طرف گلاسناسٹ نے جو آزادی کی لہر مشرقی یورپ میں اٹھائی ہے ~اس نے سوشلزم پر ان ممالک کا ایقان ڈانواڈول کردیا ہے۔

---

(۱) Pluralism ۔اجتماعیت

سوشلسٹ ممالک کے رویے بھی اس بارے میں ایک دوسرے سے مختلف ہیں۔

کیوبا نے پریستورائیکا کو اس بنا پر مسترد کر دیا ہے کہ امریکہ جیسی بڑی سامراجی طاقت کیوبا پر نظر رکھے ہوئے ہے لہٰذا کیوبا کھلے پن کی پالیسی نہیں اپنا سکتا۔ چین نے اسے اس بنا پر مسترد کر دیا کہ اس کی وجہ سے یورپ کی سوشلسٹ جمہوریتیں تباہ ہو رہی ہیں اور یہ کہ چین کے لیے یہ قطعی موزوں نظام نہیں ہے کیونکہ چین سوشلزم کے پہلے دور سے گزر رہا ہے۔

دنیا بھر کی کمیونسٹ پارٹیاں اور ترقی پسند تحریکیں بھی ایک حد تک تذبذب کا شکار ہیں خاص طور پر ان میں روایت پسند عناصر اس بات سے ناخوش ہیں کہ پریستورائیکا نے نہ صرف کمیونسٹ پارٹیوں کا اقتدار خطرے میں ڈال دیا ہے بلکہ قومی ابھار، مذہبی تحریکوں، انفرادی آزادی اور آزادہ روی کی حمایت کی ہے، یہی نہیں، سوشلسٹ انقلاب کی ناگزیریت بھی مشکوک کر دی۔ وہ عناصر جو دنیا بھر میں تبدیلیوں کے پیش نظر پریستورائیکا کی حمایت کرتے ہیں وہ بھی ''دیکھو اور انتظار کرو'' کی پالیسی پر عمل کر رہے ہیں اور پریستورائیکا کا بھرپور دفاع کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔

پاکستان میں بھی بائیں بازو کی تمام پارٹیاں کوئی واضح لائن لینے سے ہچکچا رہی ہیں۔ کمیونسٹ پارٹی آف پاکستان جس سے بائیں بازو کے کارکنوں اور ہمدردوں کو بہ نسبت اور پارٹیوں سے زیادہ امیدیں وابستہ تھیں اور عوام بھی پریستورائیکا کی تشریح کے لیے اس سے ہی توقع رکھتے تھے ایک لایعنی سی قرارداد پاس کر کے خاموش ہو گئی۔ حال ہی میں تقسیم در تقسیم کے ذریعے گروہوں میں بٹ جانے والی یہ پارٹی پریستورائیکا جیسے اہم مسئلے پر اپنے کارکنوں کو بھی مطمئن نہیں کر پاتی۔ قومی انقلابی پارٹی، سوشلسٹ پارٹی، مزدور کسان پارٹی، قومی محاذِ آزادی، وطن دوست پارٹی وغیرہ اور زیادہ بدتر صورتحال سے دوچار ہیں۔ قومی انقلابی پارٹی نے کسی طور پر ایک سوالنامہ مرتب کیا ہے جو سیاسی کارکنوں کی رہنمائی تو نہیں کرتا البتہ کسی بقراطی کے منتشر اور پریشان ذہن کا بھرپور عکاس ہے بائیں بازو کی پارٹیوں کے اعمال نامے سامنے رکھ لیجیے تو یہ ایک متوقع صورتِ حال ہے۔

پریستورائیکا کے نتیجے میں پیدا ہونے والے واقعات کے بعض ''منفی'' پہلو مخالف یا مشکوک عناصر کی سوچ کی بنیاد بن گئے مشرقی یورپ کی سوشلسٹ جمہوریتوں میں ہیجانی کیفیت، روس میں انتہا پسند قوم پرستی کا ظہور اور تشدد کی لہر۔ کارکنوں کی ہڑتال اور کمیونسٹ امیدوار کے مقابلے پر آزاد امیدواروں کی کامیابی وغیرہ نے بڑی حد تک منفی تاثر دیا ہے، اس منفی تاثر کو مزید تقویت روسی رہنماؤں کے ان بیانات سے ملی جن میں پریستورائیکا کو تجرباتی دور میں بتایا گیا ہے اور کامیابی یا ناکامی کے بین بین موقف اختیار کیا گیا ہے۔

روسی رہنماؤں نے پریستورائیکا کے سلسلے میں اپنی پچھلی پالیسیوں پر تنقید کرتے ہوئے بعض ایسے بیان دیئے جو عالمی کمیونسٹ تحریک کے حلق میں پھنس گئے مثلاً ''یہ کہنا کہ افغانستان میں فوجیں بھیجنا غلط تھا اور افغانستان کا مسئلہ ایک ناسور کی حیثیت رکھتا ہے۔'' پہلی بات تو یہ کہ افغانستان میں فوج بھیجنے پر پوری روسی کمیونسٹ پارٹی نے ایک سال تک غور کیا اور اس دوران میں افغان حکومت نے تین مرتبہ درخواست کی، ایک سال کے بعد فوج بھیجنے کا فیصلہ کیا گیا۔ اگر معلومات کے لامحدود ذرائع رکھنے والی روسی کمیونسٹ پارٹی ایک سال غور کرنے کے بعد بھی ایک غلط فیصلہ کرتی ہے تو اس پارٹی اور اس کے رہنماؤں کو کل بھی اور آج بھی کتنی معتبریت (Credibility) حاصل ہو سکتی ہے۔ دوسری بات یہ کہ روسی فوجیں اگر افغان انقلاب کا دفاع نہ کرتیں تو نہ صرف یہ کہ وہ اپنی بین الاقوامی ذمہ داریوں کو پورا نہیں کرتیں بلکہ آج افغانستان رجعت پسند اور سوشلسٹ مواد سے بھرا ہوا کینسر بن چکا ہوتا۔

ایک اور بات جس کے منفی اثرات بہت دور تک پہنچے، یہ تھی کہ پریستورائیکا کی ضرورت کا تجزیہ کرتے ہوئے خروشچیف اور برژنیف کو سخت تنقید کا نشانہ بنایا گیا اور انہیں نااہل قرار دیا گیا اس طرح ایک تسلسل میں پارٹی لیڈر شپ کو ایسی تنقید کا نشانہ بنایا گیا جو ان پر نااہلی اور دوسرے سنگین جرائم ثابت کرتی تھی، ایسا محسوس ہونے لگا کہ جیسے ہر جانے والا لیڈر آنے والے لیڈر کے لیے قربانی کا بکرا ہے پھر یہ کہ پارٹی کے تین اہم لیڈروں میں سے ایک ڈکٹیٹر نکل گیا اور دو نااہل ٹھہرے تو اب لیڈر شپ پر کیسے اعتماد کیا جائے۔

اس پوری صورت حال کے متعدد پہلو ہیں اور دیکھنے کے متعدد طریقے ہیں لیکن سب سے اہم بات یہ ہے کہ کس پہلو کو کتنی اہمیت دی جائے اور کیوں؟

لیکن اس مباحثہ کو شروع کرنے سے پہلے سب سے اہم اور بنیادی سوال حل کرنا ضروری ہے یعنی پریستورائیکا کیا ہے؟

پریستورائیکا سے پہلے؟

روسی رہنماؤں کا کہنا ہے کہ پریستورائیکا کا عمل خروشچیف کے زمانے میں شروع ہوجانا چاہیے تھا، خروشچیف نے اس کی ابتدا بھی کی تھی لیکن اس کی زراعتی پالیسی کی ناکامی نے اس کا اقتدار ختم کردیا۔ برژنیف نے اس طرف توجہ ہی نہیں دی۔ کوسیگن وغیرہ کا دور نہایت مختصر تھا لہٰذا یہ قرعہ فال گورباچوف کے نام نکلا۔

کامریڈ گورباچوف نے ''پریستورائیکا'' کے عنوان سے ایک کتاب لکھی ہے جو 1987ء میں لندن میں چھپی ہے اور اس موضوع پر مستند دستاویز ہے، نیز 27 ویں پارٹی کانگریس اور 19 ویں آل یونین کانفرنس کے ڈاکومنٹ بھی اس موضوع پر مستند دستاویزات ہیں۔ گورباچوف نے پریستورائیکا کو ''سوشلسٹ سوسائٹی کے بھرپور ارتقاء کے عمل سے پیدا ہونے والی فوری ضرورت'' قرار دیا خاص طور پر آٹھویں دہائی کے درمیانی عرصے میں جو صورت حال بنی اس کے تجزیہ سے یہ نتیجہ حاصل ہوا (صفحہ 17) (۱)

اس صورت حال کی وضاحت کرتے ہوئے گورباچوف نے کہا کہ 1970ء کی دہائی میں معاشی ناکامیاں بار بار ابھرنے لگیں اور جمود اور ٹھہراؤ کی کیفیت پیدا ہوگئی جس سے سماجی اور اقتصادی ترقی متاثر ہونے لگی۔ تجزیہ کیا گیا تو معلوم ہوا کہ گزشتہ پندرہ سال سے قومی آمدنی کی شرح گھٹ کر نصف سے بھی کم رہ گئی اور آٹھویں دہائی کے شروع میں منجمد ہوکر رہ گئی۔ (۲)

---

(۱) پریستورائیکا۔ گورباچوف 1987ء

(۲) ایضاً صفحہ نمبر (۱۹)

ایک طرف ترقی یافتہ ٹیکنالوجی اور دوسری طرف استعدادِ پیداوار، اشیاء کا معیار اور اعلیٰ سائنسی اور تکنیکی ترقی کے استعمال کے درمیان فرق بڑھتا گیا۔ بھاری صنعتوں کو نقصان پہنچا اور (۱) (Capital Construction) میں قومی دولت کا بڑا حصہ پھنس کر رہ گیا۔ یہ رجحان بن گیا کہ مزدور یا کارخانہ جتنی بڑی تعداد میں محنت، خام مال اور پیسہ صرف کرے گا اتنا ہی بہترین کاریگر یا ادارہ ہوگا۔

وقت گزرنے کے ساتھ مادی وسائل مہنگے ہوتے گئے اور ان کا ملنا بھی مشکل ہوتا گیا۔ (Fixed Capital) مقررہ سرمایہ (۲) کو زیادہ پھیلانے کے طریقوں نے قوت محنت کی مصنوعی قلت پیدا کردی جس کے سہارے ناجائز پیسہ اور بونس دینے کا رواج پڑا۔ اعلیٰ درجے کی محنت کو ادنیٰ محنت کے مساوی شمار کرنا تاکہ اجرتوں میں مساوات پیدا ہو جس سے سماجی انصاف کے اصول ختم ہو کر رہ گئے اور اقتصادی ٹھہراؤ کی کیفیت پیدا ہوگئی۔

اس صورت حال کو عالمی منڈی میں تیل، خام مال اور توانائی کے وسائل فروخت کرکے ٹھیک کرنے کی کوششیں کی گئیں لیکن اس طرح حاصل ہونے والی قیمتی آمدنی مشینری کو جدید بنانے اور تکنیکی ترقی کو بڑھانے کے بجائے عارضی نوعیت کے مسائل پر خرچ کردی گئی۔

صورت حال یہ ہوگئی کہ سوویت روس جو دنیا میں سب سے زیادہ فولاد، تیل، توانائی اور خام مال پیدا کرنے والا ملک ہے، ضیاع اور نااہل استعمال کی وجہ سے ان اشیا میں ہی کمی کا شکار ہوگیا، روس کو اناج کے چند بڑے پیداکنندگان میں ہونے کے باوجود لاکھوں ٹن غلہ درآمد کرنا پڑا۔ ہماری سائنسی اور تکنیکی ترقی یہ ہے کہ ہمارے راکٹ ہیلی کامٹ اور وینس تک با آسانی پہنچ جاتے ہیں لیکن ہمارے گھروں میں استعمال ہونے والے آلات نہایت ناقص ہیں۔

سماجی اور تہذیبی ترقی کے لیے ہمارا رویہ یہ ہوگیا ہے کہ بجٹ میں پیداوار سے جو کچھ بچے گا وہ اس مد کو ملے گا۔

---

(۱) Capital Construction سے مراد تعمیرات پر ہونے والے اخراجات ہیں۔

(۲) Fixed Capital سے مراد مقررہ سرمایہ ہے۔

اس منفی صورت حال کا اثر نظریاتی سطح پر بھی پڑا۔خیالی کامیابیوں کے پروپیگنڈے کو برتری حاصل ہوگئی،خوشامد اور فرماں برداری کی ہمت افزائی کی گئی عام ورکر اور پبلک کی ضروریات اور رائے کو نظر انداز کیا گیا۔

قول وفعل میں دوری، بداعتمادی، اخلاقی زوال، شراب نوشی اور جرائم میں اضافہ ہوا۔

پارٹی رہنمائی میں تساہل پیدا ہوا۔اہم پارٹی عہدے رکھنے والے بہت سے ساتھی تنقید اور کنٹرول سے مبرا ہوگئے۔

اس صورتحال کی ذمہ داری جیسا کہ گورباچوف کہتے ہیں پارٹی کے پچھلے رہنماؤں پر تھی۔

بیسویں کانگریس منعقدہ فروری 1956ء نے اسٹالن کی شخصیت پرستی کا طلسم توڑ دیا اور اہم سیاسی، معاشی، سماجی اور نظریاتی فیصلے کیے لیکن جو مواقع میسر ہوئے ان سے خروشچیف کی Subjective لیڈرشپ کی وجہ سے فائدہ نہیں اٹھایا جاسکا۔

اپریل 1964ء کی سینٹرل کمیٹی کی (پلینری) ابتدائی میٹنگ (برژنیف کا دور) میں درست لائن لی گئی اور اہم فیصلے کیے گئے 1965ء کی معاشی اصلاحات جن کا زیادہ زور زراعت پر تھا، کچھ مثبت نتائج لائیں لیکن اس کے بعد ختم ہوگئیں۔

لیڈرشپ کی بار بار تبدیلی سے جمود اور واپسی کی کیفیت پیدا ہوگئی۔

لینن کی موت کے بعد لینن کے خیالات پر عمل نہیں ہوا۔صفحہ (45) (۱)

27 ویں کانگریس میں جہاں اس مسئلے پر پہلی بار تفصیلی بحث ہوئی ساتویں دہائی میں پیدا ہونے والی مشکلات کا حوالہ دیا گیا ہے۔

19ویں آل یونین کانفرنس میں شخصیت پرستی کا دور اور جمود کے دور کے حوالے سے بحث کی گئی۔

گورباچوف کی تقریر: عنوان Reorganisation and the Party`s Personnel Policy جو C.C کی ابتدائی (پلینری) میٹنگ منعقدہ جنوری 28-27, 1987ء میں کی گئی اور

(۱) پریستورائیکا۔گورباچوف 1987ء

Information Bulletin 6/1987 میں شائع ہوئی۔صورت حال پر تفصیلی روشنی ڈالی ہے اس کے خاص نکات درج ذیل ہیں:

1۔خراب صورت حال کا یہ مطلب نہیں کہ ملک میں ترقی بند ہوگئی ہے سوویت عوام اور پارٹی تنظیمیں، لیڈر اور ورکرز انتہائی ایمانداری اور جانفشانی سے محنت کر رہے تھے، خراب صورت حال کے رجحانات سے گو بچا نہیں جاسکا لیکن ان کی محنت اور لگن نے منفی رجحانات کو شدید نہیں ہونے دیا۔

2۔اقتصادی اور دوسرے میدانوں میں تبدیلی کی شدید ضرورت تھی لیکن سیاسی اور عملی کام میں پارٹی اور حکومت اس کا احساس نہیں کر رہی تھی۔

3۔ اصل وجہ نہایت صاف گوئی سے یہ تھی کہ سنٹرل کمیٹی اور ملک کے رہنما موضوعی (Subjective) وجوہات کی بنا پر تبدیلی کی ضرورت وقت پر نہ دیکھ پائے، نہ ہی سوسائٹی میں بڑھنے والے بحران کے خطرے کا احساس کرپائے اور واضح پالیسی اپنانے میں ناکام رہے۔

4۔قدامت پرستانہ جذبات، جمود، ہر اس بات کو مسترد کردینا جو اُن کی عادتوں سے ہم آہنگ نہ ہو اور عملی وسیاسی کاموں میں بددلی کا اظہار خصوصیت بن گیا۔

5۔سوشلزم کی نظریاتی اساس کی سطح 1930-1940ء کی تھی جبکہ سوسائٹی کے سامنے بالکل مختلف مسائل تھے اس کی وجوہات ماضی میں مخصوص تاریخی صورت حال میں تھیں جبکہ تخلیقی خیالات اور بحث مباحثہ کا نظریاتی اور سماجی سائنسوں کی سطح پر وجود ختم ہوگیا تھا اور صاحب اقتدار کی رائے اور اندازوں کو ناقابل تردید سچائی کا درجہ حاصل تھا (صفحہ 6)

6۔سماجی تنظیموں کی مختلف شکلوں کو ناقابل تبدیلی قرار دیا گیا اور اس کلیہ پرستی کو سوشلزم کے لیے ضروری قرار دیا گیا نتیجہ یہ ہے کہ معروضی سائنسی تجزیہ کی اہمیت ختم ہوگئی اور سوشلزم کے پیداواری تعلقات اور پیداواری قوتوں کے جدلیاتی رشتوں کا (Ossified) جامد تصور پیدا ہوا۔

7۔ایسے اہم تصورات جیسے پبلک ملکیت، طبقاتی تعلقات، نسلی اور لسانی تعلقات، کارکردگی

اور صرف کا توازن امداد باہمی کی تحریک، معاشی انتظام، مقبول عام حکمرانی اور خود حکومتی (Self Goverment) بیورو کریسی کی خرابیوں کے خلاف جدوجہد، سوشلسٹ نظریہ کی انقلابی طاقت، تعلیم اور تربیت کے اصول وغیرہ کی شکل مسخ ہوگئی۔

8۔ بے جان نظریاتی بحث کی ہمت افزائی اور تعمیری تجزیہ اور نئے خیالات کی ہمت شکنی کی گئی۔

9۔معاشی انتظام میں فرسودہ طریقے برقرار رکھے گئے اور نئے خیالات کو بلا جواز مسترد کیا گیا۔

10۔سوشلسٹ ملکیت کو بلا نگرانی اور سب کے لیے آزاد کر دینا جیسے ناجائز آمدنی کے لیے ذریعہ بنالیا گیا (صفحہ 7)

11۔امداد باہمی کی ملکیت کو دوسرے درجے کی ملکیت قرار دیا گیا اور یہ کہا گیا کہ اس کا کوئی مستقبل نہیں ہے اس سوچ کے زرعی اور سوشل پالیسیوں کے لیے خطرناک نتائج نکلے نتیجتاً پیدا کنندگان کی تنظیمیں ٹوٹنے لگیں۔

12۔ پلاننگ کے شعبے کو شدید نقصان پہنچا موضوعی خیالات، عدم توازن، عدم استحکام، نچلے درجے کی چھوٹی چھوٹی تفصیلات میں وقت ضائع کرنے، حقیقی امکانات کو نظر انداز کرتے ہوئے فیصلے لینے اور پلاننگ کی بنیاد سائنسی تجزیوں پر نہ رکھنے کی روایت ڈالی گئی۔

13۔روزمرہ کے کام میں بیوروکریٹک طریقہ اختیار کرنا اور احکامات سے کام چلانا، نام نہاد کارکردگی اور بلا وجہ کاغذی کارروائیاں کرنے، نیچے سے اوپر فرد سے وفاداری اور اداروں کے آگے جوابدہ نہ ہونے کی پالیسی اختیار کی گئی۔

14۔قانونِ قدر اور جنس وزر کے عمل کے بارے میں تعصّبانہ رویہ رکھا گیا حتیٰ کہ ان قوانین کو سوشلزم کے خلاف سمجھا گیا جس کے نتیجے میں یکطرفہ معاشی عمل، لاگت کے تصور کو کم کر کے دیکھنا، تنخواہوں میں بلا وجہ اضافے، قیمت کی تشکیل کا عمل نظر انداز کرنا، زری گردش اور طلب ورسد

کے قوانین کی خلاف ورزی کی شکل بنی۔

15۔اداروں پر ان کی لاگت کنٹرول کرنے کے حق میں پابندی لگانے کا نتیجہ یہ ہوا کہ لوگوں میں مادی فائدہ حاصل کرنے کی تحریک (Incentive) ختم ہوگئی بہترین نتائج حاصل کرنے کے راستے میں رکاوٹیں بڑھ گئیں اور اداروں میں ڈسپلن اور تنظیم ختم ہوکر رہ گئی۔

16۔ایسے حالات میں حکومت کا معاشی کنٹرول ختم ہوگیا سماجی اور معاشی ترقی کی رفتار سست ہوگئی سوشلسٹ جمہوریت کا عمل خرابیوں کا شکار ہوگیا اور بیشتر غیر حقیقی سیاسی اور نظریاتی تصورات پیدا ہوگئے (صفحہ 8) (۱)

17۔اس نے پورے سماج کو شدید متاثر کیا مثال کے طور پر پیداوار میں قومی آمدنی کی ترقی کی رفتار کم ہوکر نصف کے قریب آ گئی بہت سے پلان 1970ء کے شروع سے ہی اپنا ہدف پورا نہ کر سکے اقتصادیات میں بوجھل پن اور جدید تصورات اور ایجادات کو مسترد کرنے کا رجحان ابھرا۔ اشیاء کا معیار گر گیا اور پیداوار میں عدم توازن بہت بڑھ گیا۔

18۔انجینئرنگ کی ترقی کم ہوگئی، ریسرچ پیچھے رہ گئی اور مشینری کو جدید بنانے کے عمل میں ساتھ دینے میں ناکام رہی۔

19۔مکان، غذا، ٹرانسپورٹ، صحت اور تعلیم کی سہولتوں اور مسائل کو حل کرنے میں ایک حد تک ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔

20۔سوشلزم کے نہایت اہم اصول یعنی کام کے مطابق ادائیگی کو نظر انداز کیا گیا اور wage-levelling کی وبا پھیل گئی کاہل لوگوں کے لیے زندگی آسان ہوگئی اور بہتر کام کرنے والوں کے لیے مشکل۔

21۔کام کے پیمانہ اور صرف کے پیمانے کے درمیان عدم توازن نہ صرف کام کے بارے میں رویہ خراب کرتا ہے، پیداواری صلاحیتوں کو روکتا ہے بلکہ سماجی انصاف کے اصولوں کو بھی تباہ کرتا ہے اور یقیناً یہ سوال اہم سیاسی نوعیت کا ہے۔

(صفحہ 8) (۱) پریستورائیکا۔گورباچوف

22۔ان عناصر نے ہمارے سماج کی بہترین اخلاقی اقدار جیسے نظریاتی یکجہتی، پرعزم محنت، سوویت وطن پرستی کو جن پر ہمیں فخر رہا ہے، پر بھی منفی اثرات ڈالے ہیں۔(صفحہ 9)

23۔سماج میں ایسے نوجوانوں کا حلقہ وسیع ہوا جو مادی دولت کے رسیا ہیں اور ہر طرح سے اسے حاصل کرنا چاہتے ہیں میلان صارف کی لہر چل نکلی اور شراب نوشی منشیات کا استعمال اور جرائم میں اضافہ ہوا۔

24۔قانون شکنی، رشوت، ٹوڈی ازم کے رجحانات بڑھے اور لوگوں کے اصل مسائل پر توجہ کم ہوئی اور سیاسی بازیگری مثلاً بڑے پیمانے پر انعامات اور خطابات کی تقسیم کی فضا قائم کی گئی۔

25۔جمود کے رجحان اور رویہ کا اثر آرٹ، ادب اور تمدن پر بھی ہوا۔اصل فن پاروں کی ستائش کم ہوگئی اور سرمایہ دارانہ کلچر سے لچر اور نچلے درجے کے مذاق کے ادب و آرٹ درآمد کیے گئے، بے اصولی اور ابہام نے اصول پرستی اور صاف ذہن کی جگہ لے لی۔سرخ فیتہ کا عمل دخل ہوگیا اور تنقید کو برداشت نہ کرنا روایت بن گئی(صفحہ:10)

26۔پارٹی اور اس کے لیڈر کی جو حالت تھی اس سے بھی 1970 میں اور 1980 کے شروع کے عرصہ میں سماجی معاشی اور سیاسی صورت حال متاثر ہوئی۔پارٹی سماج میں منفی رجحانات کا خطرہ نہ دیکھ پائی اور نہ ہی اس کا سدباب کرسکی یہ رجحانات بہت سے کمیونسٹوں میں موجود تھے۔

27۔محکمہ واریت، تعصّبات اور قوم پرستی کے مظاہر کے خلاف ٹھیک جدوجہد نہیں کی گئی۔

28۔پارٹی تنظیمیں پارٹی ممبروں کی تعلیم و تربیت میں ناکام رہیں اور ان میں وہ اعلیٰ نظریاتی معیار، شعور اور اپنے ذاتی مفادات کو سوسائٹی کے تابع کرنے، بے لوث و بے غرض خدمت جیسی صفات جن کے لیے کمیونسٹ مشہور ہیں، پیدا نہ کرسکی اجتماعی قیادت کا اصول مسخ ہوگیا۔

29۔کمیونسٹوں کے درمیان مساوات کا اصول بھی نظر انداز کردیا گیا سینئر ممبرز تنقید سے مبرا ہوگئے اور پارٹی اخلاقیات کے خلاف عمل میں ملوث ہوئے۔

30۔کیڈر میں پائے جانے والے منفی رجحانات اور سوشلسٹ قوانین توڑنے کے نتائج انتہائی بدتر شکل میں ازبکستان، مولداویا، ترکمانیہ، قازقستان کے کچھ حصوں، کراسنودار کے علاقہ، روسٹو، ماسکو اور دوسرے شہروں، علاقوں اور جمہوریتوں اور وزارت خارجی تجارت اور وزارت داخلہ میں ظاہر ہوئے۔

31۔پارٹی کو اپنے ممبران کی ایک خاصی تعداد کو اس وجہ سے نکالنا پڑ گیا، جو ممبر نکالے گئے ان پر خرد برد۔رشوت۔جھوٹی رپورٹیں بنانے اور کثرت شراب نوشی کے الزامات تھے(صفحہ 11-12)

32۔تشکیل نو(Restructuring) کے عمل کا مقصد یہ ہے کہ جمود اور تباہی کے اس عمل کو روکا جائے اور سماجی اور معاشی ترقی کے لیے موثر مشینری پیدا کی جائے۔

ہماری حکمت عملی کا بنیادی مقصد یہ ہے کہ سائنسی اور ٹیکنیکی انقلاب کے حاصلات کو معاشی پلاننگ کے ساتھ اپنایا جائے تاکہ سوشلزم پوری طاقت سے آگے بڑھے(صفحہ 13)

33۔بارھواں پانچ سالہ پلان ہمارے لیے فیصلہ کن اہمیت کا حامل ہے کیونکہ اس میں ہم ملک کی مشین بلڈنگ انڈسٹری کو جدید بنانے، پیداواری آلات کو جدید(Update) کرنے اور سائنسی اور تکنیکی ترقی کو تیز کرنے کا ہدف حاصل کریں گے۔

34۔یہ عمل شروع ہوگیا ہے گزشتہ سال صنعتی روبوٹ کی پیداوار میں 14 فیصد، Flexible Automated System (ا) میں 160 فیصد، پروڈکشن ماڈیولز میں 120 فیصد اینٹیگریٹڈ(Integrated) کانکنی کے سسٹم میں 40 فیصد اضافہ ہوا۔فیکٹریوں Re-tooling میں 30 فیصد سرمایہ کا اضافہ ہوا(صفحہ 16)

کامریڈ گورباچوف کی یہ رپورٹ جامع ہے اور ان حالات کا ہر پہلو سے مکمل احاطہ کرتی ہے

(ا)۔لچکدار خودکار نظام Flexible Automated System

جواس وقت موجود تھے ہم نے اس رپورٹ کے صرف وہ نکات اوپر درج کیے ہیں جن کا تعلق اس صورت حال سے ہے جس کی اصلاح کے لیے پریستورائیکا کی انقلاب انگیز تحریک شروع کی گئی۔

مندرجہ بالا تقریر کے ان نکات سے حسب ذیل باتیں واضح ہوتی ہیں:

1۔ اقتصادی صورت حال انتہائی خراب تھی جس نے پارٹی کو اس جانب متوجہ کیا کہ تبدیلی کی شدید ضرورت ہے یہ احساس 1980ء کی دہائی میں ہوا کہ 1970 کے شروع سے ہی نہ صرف ہدف پورے نہیں ہورہے ہیں بلکہ قومی آمدنی میں مسلسل کمی ہورہی ہے' بھاری صنعتوں میں نقصان ہورہا ہے اور ان کی سائنسی و تکنیکی انقلاب سے ہم آہنگی مفقود ہے۔

2۔ اقتصادی صورت حال کا تجزیہ کرنے سے محسوس ہوا کہ اس کے پیچھے جو سیاسی شعور اور رہنمائی موجود ہونا چاہیے تھی وہ نہیں ہے۔نظریاتی اساس 1980 کی دہائی میں بھی 1940-1930ء کے دور کی تھی۔

3۔ سماجی طور پر بھی تمام میدانوں میں جمود کے آثار بلکہ خرابیوں کے پیدا ہونے کے آثار نمایاں تھے۔

4۔ ان خرابیوں کی بنیاد اسٹالن کے دور میں پڑی اور اس کے بعد آنے والی لیڈر شپ کو بھی تبدیلیوں کی ضرورت کا کوئی احساس نہیں ہوا۔نتیجہ یہ ہے کہ اصلاح کی کوئی کوشش نہیں کی گئی اور سوشلسٹ حکومت جس طرح خرابیوں کے ساتھ چل رہی تھی چلتی رہی۔

یہ تھی پریستورائیکا سے قبل کی سوویت روس کی صورت حال۔ اس کے بارے میں متعدد سوالات ہمارے سامنے آتے ہیں مثلاً اسٹالن کی ڈکٹیٹر شپ کے پیچھے کون سے عوامل کارفرما تھے؟ اور اسٹالن کی شخصیت پرستی کا کوئی رد کیوں ممکن نہیں ہوا؟ اس خرابی سے کون کون سے سیاسی اور اقتصادی اور دوسرے میدانوں میں نقصانات ہوئے؟ اور یہ کہ کیا ان سب خرابیوں کی ذمہ داری اسٹالن کے دور پر جاتی ہے؟ اس کے بعد کا دور جمود کا دور کیوں تھا؟ اور یہ کہ پارٹی کہاں تھی؟

اسٹالن کا دور

21 جنوری 1924ء کو لینن کی وفات کے وقت پارٹی میں بخارن اور ٹراٹسکی (۱) جیسے لیڈر موجود تھے جن کی شہرت اور ساکھ اسٹالن سے کہیں زیادہ تھی، اس وقت لینن کے یہ ریمارکس بھی اسٹالن کے بارے میں پارٹی کے علم میں تھے کہ ''اسٹالن کا رویہ بہت درشت ہے اور ساتھیوں کو چاہیے کہ اسٹالن کو سیکریٹری جنرل کے عہدے سے ہٹا دیں۔''

ٹراٹسکی بڑا دانشور اور نظریہ دان تھا اور اس وقت تک ایک درجن سے زیادہ جلدیں اس کے مضامین کی شائع ہو چکی تھیں۔ بخارن بھی بڑے دانشوروں میں تھا لیکن اسٹالن (۲) میں ان دونوں کے مقابلے میں دو خصوصیات واضح طور پر زیادہ تھیں یعنی اپنے مقاصد کا ادراک اور آہنی قوتِ ارادی جو رہنمائی کے لیے ناگزیر خصوصیات ہیں۔

اسٹالن نے ٹراٹسکی کی نظریاتی کجرویوں کے خلاف سخت جنگ لڑی اور یہ بات آج ہم سب جانتے ہیں کہ اگر رہنمائی ٹراٹسکی کے حصے میں جاتی تو اس نے دنیا کے پہلے سوشلسٹ انقلاب کو ناکام بنانے میں کوئی کسر نہ چھوڑی ہوتی۔

---

(۱) ٹراٹسکی ۔ لیون ٹراٹسکی روس ء انقلابی سیاست دان اور ریڈ آرمی کا بانی (26 اکتوبر 1879ء سے 21 اگست 1940ء تک)

(۲) جوزف اسٹالن سوویت انقلابی اور سیاست دان جو اپنی موت 1924ء سے 1953ء تک سوویت یونین کے رہنما تھے۔

روس سے جلاوطن ہونے کے بعد ٹراٹسکی کی سوویت مخالف انقلاب دشمن تحریریں بہت واضح ہیں۔لینن سے سوویت انقلاب کی کامیابی پر اس کے اختلافات اس کی شدید نظریاتی کج روی کے آئینہ دار ہیں۔(۱) بخارن نے ٹراٹسکی کے خلاف نظریاتی لڑائی میں اسٹالن کی بہت مدد کی لیکن نرم روئی اور سوشلسٹ تعمیر اور اجتماعی زراعت کے بارے میں اپنے غلط نظریات کے پیش نظر وہ بھی اس رول کو ادا نہ کر پاتا جو اسٹالن نے ادا کیا۔

اسٹالن نے تیس سال تک پارٹی کی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔اس کا دور ایک طرف سوشلزم کی شاندار فتوحات سے بھرا ہوا تھا دوسری طرف نظریاتی کج رویوں، شخصیت پرستی اور آمریت اور سوشلسٹ اقتدار کی تباہی کے جرائم سے پر ہے، اسی وجہ سے اسٹالن کی شخصیت انتہائی متنازعہ ہے اور تاریخ کے لیے ابھی تک یہ فیصلہ کرنا مشکل ہے کہ اس کی خوبیوں اور برائیوں میں کسے زیادہ اہمیت حاصل ہے۔

ایک طرف اسٹالن کی ٹراٹسکی کے خلاف جدوجہد، پانچ سالہ منصوبوں کی کامیابی اور مادی بنیادوں کی مضبوطی اور سوشلزم کی طاقت میں اضافہ۔عوام میں کمیونسٹ پارٹی اور اس کے رہنما پر بڑھتا ہوا اعتماد۔خارجہ پالیسی میں کامیابیاں۔دوسری جنگ عظیم میں دفاع اور ملک کی نئے سرے سے تعمیر، مہلک ہتھیاروں کے معاملے میں عالمی سامراج سے مسابقت، قومی آزادی کی تحریکوں کی ہمہ جہت امداد، یہ سب سوویت روس کی کمیونسٹ پارٹی اور اس کے رہنما اسٹالن کے نام پر ہے ساری دنیا کے کمیونسٹوں اور ترقی پسند عوام اور مزدور طبقہ کے لیے سوویت کمیونسٹ پارٹی اور اس کا رہنما محبوب ترین نام تھا۔

دوسری طرف بڑے پیمانے پر نظریاتی اور سیاسی غلطیاں، کھلی ڈکٹیٹرشپ، پارٹی کے بہترین ممبروں کا قتل، جبر و تشدد کے ذریعے اصلاحات پر عمل، عوام کی جمہوری آزادیوں کا خاتمہ، دہشت کی فضا قائم کرنا اور سوشلسٹ اقدار کی تباہی جیسے جرائم ہیں جو معاشرے کے لیے انتہائی بھیانک ثابت ہوئے۔

---

(۱) نکولائی بخارن روسی انقلابی سیاستدان اور مارکسی نظریہ کا حامی (27 ستمبر 1888ء سے 15 مارچ 1938ء)

اسٹالن نے نظریاتی سطح پر بے شمار غلطیاں کیں۔اس کی کتاب Economic Problems of Socialism in USSR(۱) ایسے نظریات سے پر ہے جو اسٹالن کے خودساختہ تھے۔مارکسزم لینن ازم سے دور اور حقائق کے خلاف تھے سوشلزم کی اقتصادیات سے منڈی کا تصور نکال دینا اور یہ کہنا کہ منڈی اور منصوبہ بند معاشیات ساتھ ساتھ نہیں چل سکتیں، جنس اور زر کے تعلقات اور قدر کے قانون کو محض سرمایہ داری کا حصہ سمجھنا اور یہ سمجھنا کہ جنس کی پیداوار ہمیشہ ہر حالت میں سرمایہ داری کو جنم دیتی ہے، انتہائی فاش غلطیاں تھیں۔اسی طرح اجتماعی فارموں کی پیداوار کو ریاستی مرکزی پلاننگ سے علیحدہ سمجھنا جبکہ حقیقتاً ''اجتماعی فارم 60 فیصد سے زیادہ پیداوار لازمی طور پر ریاست کے حوالے کرنے کے پابند تھے اجتماعی فارموں کو زرعی مشینری کے ذریعے مضبوط کرنے کی تجویز کی بھی اسٹالن نے مخالفت کی۔

نئی اقتصادی پالیسی (New Economic Policy) (NEP) کو ختم کرنے کا 1920ء کے اواخر میں اعلان اور ''سرمایہ داری کے خلاف جنگ'' کے اعلان نے ''احکامات کے ذریعے انتظامیہ'' کے رجحانات کو پیدا کیا۔کسانوں کے استحصال کی بنیاد پر صنعتی ترقی کی سوچ، کسان طبقہ کے بارے میں انتہائی غلط رائے پر مبنی تھی جبکہ صورت یہ تھی کہ انقلاب کے بعد کسان طبقہ، انقلابی تبدیلیوں سے دوچار ہو کر تبدیل ہو چکا تھا۔

اسٹالن کا یہ نظریہ کہ جتنا جتنا ملک سوشلزم کے نزدیک آتا جائے گا اتنی ہی طبقاتی جدوجہد تیز ہوتی جائے گی، نظریاتی طور پر مارکسزم کے خلاف اور عملاً بہت نقصان رساں تھا۔

خروشچیف (۲) نے بیسویں کانگریس میں اسٹالن کی شخصیت پرستی اور آمرانہ رویہ پر تنقید

---

(۱) Union of Soviet Socialist -USSR Republics

(۲) خروشچیف۔نکتیا سرگینوچ خروشچیف۔1953 سے 1964ء تک سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کا پہلا سیکریٹری اور 1955ء سے 1964ء تک وزرائے کی کونسل کا چیئرمین۔

کرتے ہوئے کہا تھا کہ اسٹالن کی یہ سوچ کسی غدار یا وطن دشمن کی سوچ نہیں تھی بلکہ وہ پارٹی اور مزدور طبقے کے مفاد میں جبر ''تخریب کاروں اور جاسوسوں'' کا قتل عام ضروری سمجھتا تھا۔ اسٹالن ایک طرف عظیم الشان تھا آج سوویت روس جن بنیادوں پر کھڑا ہے یہ اسٹالن کے دور میں پڑیں۔ 1937ء کے بدترین سال میں ایک طرف ہائیڈرو پاور اسٹیشن اور اسٹیل کمپلکس بن رہے تھے تو دوسری طرف سینکڑوں افراد کا جھوٹے الزامات کے تحت قتل اور جبری محنت کے کیمپوں میں نظر بندی جاری تھی۔

اسٹالن کا بہ حیثیت جنرل سیکریٹری چناؤ کامریڈ کامینوفسکی کی تجویز پر لینن کی منظوری سے ہوا تھا لیکن چند ہی ماہ بعد لینن کو یہ کہنا پڑا کہ ساتھیوں کو چاہیے کہ اسٹالن کو جنرل سیکریٹری کے عہدے سے ہٹا دیں لیکن لینن کی موت کے بعد اس پر عمل نہیں ہوسکا۔ ڈاکومنٹس یہ بتاتے ہیں کہ لینن کے ریمارکس کو جاننے کے بعد اسٹالن نے سینٹرل کمیٹی کو اپنا استعفیٰ پیش کر دیا تھا جو منظور نہیں ہوا حالانکہ اس وقت بھی بخارن جیسے لیڈر موجود تھے، لینن کی ہدایت کی خلاف ورزی کی پارٹی اور سوویت عوام کو بہت بھاری قیمت ادا کرنا پڑی۔ لینن نے اپنے آخری خطوط میں بار بار پارٹی لائف کو زیادہ سے زیادہ جمہوری بنانے، پارٹی کے اداروں کو مضبوط کرنے اور ترقی دینے، سینٹرل کمیٹی میں مزدوروں اور کسانوں کی زیادہ شمولیت اور پارٹی ممبر شپ کو منظّم کرتے رہنے پر زور دیا۔ پارٹی نے لینن کی ان ہدایتوں کو بھی نظر انداز کیا۔ بارہویں کانگریس 1923ء میں لینن نے مزدوروں اور کسانوں کی نگرانی منظّم کرنے پر جو سفارشات دی تھیں ان میں یہ سفارش بھی موجود تھی کہ پارٹی کے رہنما اداروں کی لازمی تجدید ہوتے رہنا چاہیے اور یہ کہ سینٹرل کمیٹی اور سوویت حکومت میں تقسیم کار کیسے ہو۔

ان ساری ہدایت اور سفارشات کے باوجود سینٹرل کمیٹی نے اسٹالن کو برقرار رکھا۔ اس کے بعد اسٹالن کی ٹراٹسکی کے خلاف نظریاتی لڑائی میں فتح اور سوشلسٹ تعمیر میں پے در پے کامیابیوں کی بنا پر پہل کاری کا عمل (Initiaitive) اسٹالن کے ہاتھ میں چلا گیا اور اسٹالن کے ذہن میں یہ

خیال جاگزیں ہونے کے مواقع پیدا ہوئے کہ سب سے بہتر سوچ اور فیصلے اسی کے ہوتے ہیں لہٰذا اختیارات کا منبع اس کی ذات ہے۔ آہستہ آہستہ عقیدہ پرستی۔ بیوروکریسی، آمرانہ احکامات اور دوسری برائیاں بڑھتی گئیں۔ شخصیت پرستی کا یہ بت اتفاقاً تعمیر نہیں ہوا تھا۔

ایسا کیوں تھا؟ وہ لوگ جو اسٹالن کے جبر کا شکار ہو کر سائبیریا میں جلاوطنی کی زندگی گزار رہے تھے ان کا اعتماد بھی اسٹالن کی شخصیت پر سے متزلزل نہیں ہوا تھا۔ بلکہ وہ اپنی سزا کو کسی بھیانک غلطی سے وابستہ کرتے تھے۔ وہ لوگ جو اسٹالن کے مرنے کے بعد اس پر شدید تنقید کر رہے تھے اسٹالن کی تیس سالہ رہنمائی کے دور میں ایک مرتبہ بھی اسے ہٹانے کی کوشش نہ کر سکے۔ ڈکٹیٹروں کے خلاف ہمیشہ سازشیں ہوتی ہیں' اسٹالن کے اتنے شدید جبر و تشدد اور قتل عام کے باوجود ایک بھی ایسی سازش کا اس کے خلاف سراغ نہیں ملتا۔

ہم جو نتیجہ اخذ کرنے پر مجبور ہیں وہ یہ ہے کہ ایک لیڈر کے لیے جو واضح تصویر اور ادراک اپنے مقاصد کا ہونا چاہیے اور مقاصد کی تکمیل کے لیے جو آہنی قوت ارادی درکار ہے اس میں اسٹالن کی ہمسری کا دعویدار کوئی دوسرا رہنما نہیں تھا۔ اسٹالن تمام فیصلے خود کرتا تھا اور اس کے فیصلوں پر آمناً وصدقناً کہنے والوں کی بھی کمی نہیں تھی۔ اس کے بہت سے فیصلوں اور طرز حکومت نے لوگوں پر بڑے مصائب کے دروازے کھول دیے لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ اسٹالن کے فیصلوں سے نہ تو ملک کا دفاع کمزور ہوا اور نہ ہی ملک کسی نازک بحران میں پھنسا۔

اس تجزیہ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ لینن کی موت کے نتیجے میں جو صورت حال بن گئی تھی اس میں اسٹالن کا برسر اقتدار ہونا ایک ناگزیر بات تھی اور چونکہ اسٹالن کی برائیوں کو روکنے کے لیے وسائل موجود نہیں تھے لہٰذا یہ برائیاں ایک تاریخی جبر کی حیثیت رکھتی ہیں۔

اسٹالن کی موت کے بعد خروشچیف کو پارٹی کا جنرل سیکریٹری منتخب کیا گیا اور خروشچیف کی شخصیت خانہ جنگی کے دوران اور 1940-1930ء کی دہائیوں میں ابھر کر آئی تھی دوسری جنگ عظیم ختم ہوئی تو خروشچیف لیفٹیننٹ جنرل کے عہدہ پر فائز تھا۔ اسٹالن کے دور میں خروشچیف سیاسی رہنما

کے طور پر ابھرا۔ جب ایک طرف اسے وسیع پیمانے پر کل روس کی بنیاد پر کام کرنا اور اختیارات کا استعمال کرنا آیا تو دوسری طرف اس نے طاقت کی پرستش اور احکامات اور فرمانوں کو تسلیم کرنا اور دوسروں سے تسلیم کرانا سیکھا۔ خروشچیف اسٹالن کے قریب ترین ساتھیوں میں تھا اور (ا) بیریا (Beria) کے قتل میں سب سے زیادہ ہاتھ اس کا تھا، بیریا (Beria) کے قتل کے بعد ہی خروشچیف اپنی پوزیشن اسٹالن کے ساتھیوں میں مضبوط کر سکا تھا اور ستمبر 1953 میں فرسٹ سیکریٹری کے عہدہ پر آ سکا تھا۔ خروشچیف سے اقتدار سے الگ ہونے کے بعد، ایک مرتبہ پوچھا گیا کہ اس کا سب سے اہم کارنامہ کیا ہے؟ تو اس نے جواب دیا ''بیریا کا خاتمہ'' اسٹالن کی موت نے پولٹ بیورو کے اور ممبروں کی طرح خروشچیف کو بھی خوف سے آزاد کر دیا۔

خروشچیف کے، اسٹالن کی موت سے پہلے کے اور اسٹالن کی موت کے بعد کے کردار میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔ اسٹالن کی موت کے بعد اقتدار میں آتے ہی خروشچیف نے ان تمام لوگوں کو رہا کر دیا جو سائبیریا میں جلاوطن تھے یا جیلوں میں بند تھے۔ اس نے ان بے گناہ مرنے والوں کا وقار بھی بحال کر دیا جو جھوٹے الزامات کے تحت قتل ہوئے تھے۔ خروشچیف نے اسٹالن کے حامیوں کی سخت مخالفت کے باوجود اور اس حقیقت کے باوجود کہ اسٹالن کے جرائم میں وہ خود بھی شریک تھا، اسٹالن کی شخصیت پرستی اور اس کے جرائم کا پردہ بیسویں کانگریس میں چاک کیا اور یہ ان حالات میں یقیناً بہت بڑا کارنامہ تھا جو کمیونسٹ پارٹی نے خروشچیف کی سربراہی میں انجام دیا۔

خروشچیف روسی کمیونسٹ پارٹی کا وہ پہلا رہنما تھا جسے سازش کے ذریعے اسٹالن کے حامیوں نے ہٹانے کی کوشش کی جس میں وہ ناکام ہوئے اور 1920ء کے بعد یہ پہلا موقع تھا کہ ان سازشیوں سے کوئی باز پرس نہ کی گئی۔

(ا) بیریا Lavrenty Beria سوویت خفیہ پولیس کا ڈائریکٹر 29 مارچ 1899ء سے 23 دسمبر 1953 تک۔ (15 اپریل 1894ء سے 11 ستمبر 1971ء تک)

خروشچیف کے دور میں پارٹی کانگریس اور سینٹرل کمیٹی کی میٹنگوں میں ایک طویل عرصے کے بعد پہلی بار کھل کر بحث مباحثہ شروع ہوئے اور سوویتس (Soviets) کے رول اور اہمیت، قانون کے احترام، پارٹی لائف میں جمہوریت، ریاستی کاموں کو پبلک تنظیموں کے سپرد کرنا، سوشلزم اور انفرادی آزادی جیسے موضوعات زیر بحث آئے۔ جمہوری ترقی کے مسائل کو عملی مسائل کی حیثیت دی گئی۔

ستمبر 1953ء کی سینٹرل کمیٹی کی میٹنگ میں زرعی ترقی اور معاشی اصلاحات کے پروگرام کی منظوری دی گئی جس پر عمل کرنے سے صنعتی اور زرعی پیداوار میں اضافہ ہوا۔ روس کی صنعتی پیداوار، دنیا بھر کی صنعتی پیداوار کا پانچواں حصہ ہوگئی۔ 1957ء میں پہلی بار خلائی سیارہ چھوڑا گیا اور 1961ء میں پہلا خلا باز یوری گاگرین خلائی سفر پر روانہ ہوا۔ نوجوانوں نے کمیونسٹ پارٹی کی اپیل پر نئی زمینوں کو ترقی دینے کے لیے انقلابی جذبے کا مظاہرہ کیا۔ امریکی جاسوس طیارہ U-2 کو یکم مئی 1960ء کو مار گرایا گیا جس نے سوویت دفاع کی برتری ثابت کر دی۔ جنوری 1960ء میں سپریم سوویت یونین کے اجلاس میں خروشچیف نے روسی افواج میں 12 لاکھ کی کمی کرنے کی تجویز رکھی جو مغربی طاقتوں کے مطالبے سے بھی کم تھی اور ساری دنیا کی حکومتوں اور پارلیمنٹ سے امن کی اپیل کی۔ پہلی مرتبہ سوویت یونین نے ایٹمی تجربوں پر پابندی لگانے کا مطالبہ کیا۔ خروشچیف کے دور میں پہلی مرتبہ دیہی آبادی کا معیار زندگی بلند ہوا اور انہیں معزز شہری شمار کیا جانے لگا اور پہلی مرتبہ انہیں پاسپورٹ رکھنے کا حق ملا۔ پنشن اسکیم کے تحت پنشن میں اضافہ کیا گیا۔

خروشچیف کی زرعی پالیسی اور ہاؤسنگ پالیسیوں پر شدید تنقید ہوئی ہے۔ 1962ء میں گوشت، دودھ اور مختلف اشیائے خورد و نوش کی قیمتیں بڑھیں اور 1963ء میں ملک میں خوراک کی شدید قلت پیدا ہوئی اس کے لیے خروشچیف کی زرعی پالیسی کے مختلف اقدامات کو مورد الزام ٹھہرایا گیا جس میں مویشیوں کے اجتماعی فارموں کے حق میں ضبطی، کسانوں کو ذاتی استعمال کے لیے دیئے گئے پلاٹوں کے سائز میں کمی۔ "Food Requistioning" کے نظریہ کے تحت زرعی پیداوار، اجتماعی اور ریاستی فارموں کو احکامات اور فرمانوں سے چلانا وغیرہ شامل ہیں۔ خروشچیف کی زرعی

پالیسی میں باجرے کی کاشت کے منصوبے اور ہاؤسنگ اسکیم کا مذاق اڑایا جاتا رہا اس حقیقت کے باوجود کہ خروشچیف کی نظریات پر گرفت مضبوط نہیں تھی اور وہ اپنی فطرت سے ایک عملی آدمی تھا تاہم اس کے دونوں منصوبے انتہائی کامیاب ثابت ہوئے۔ روس میں بعض علاقوں کے لوگ اب تک باجرے کی کاشت سے دستبردار ہونے کو تیار نہیں ہیں۔ خروشچیف کا خیال تھا کہ آئندہ چند سال میں روس سوشلزم کے دور سے نکل کر کمیونزم کے دور میں داخل ہو جائے گا معروضی حقیقتوں کے مقابلے میں یہ محض ایک خواب تھا لیکن اس سے خروشچیف کی نظریاتی کمزوری اور طبیعت کی جلد بازی کا اظہار ہوتا ہے۔

خروشچیف سوویت یونین کا پہلا رہنما تھا جو کہ اپنی زندگی میں اقتدار سے علیحدہ ہوا اور جس نے سینٹرل کمیٹی (CC) کی میٹنگ میں اپنے دفاع کا حق استعمال نہیں کیا اس کے اقتدار سے علیحدہ ہونے میں اس کی اپنی غلطیاں کم تھیں جبکہ سینٹرل کمیٹی میں اسٹالن کے حامی گروپ کی سازش زیادہ موثر تھی جیسا کہ گینیڈی ورونو (۱) نے بتایا کہ اپریل 1964 میں خروشچیف کی 70 ویں سالگرہ کے موقع پر جب برژنیف نے خروشچیف کو چوتھا گولڈ اسٹار میڈل پیش کیا اور اس کی ذہانت و رہنمائی کی ستائش میں قصیدہ پڑھتے ہوئے اس کی درازی عمر کی امید ظاہر کی، اس وقت اندرونی طور پر برژنیف (۲)، سسلوف (۳) اور خود ورونو وغیرہ خروشچیف کو اقتدار سے ہٹانے کی سازش کر رہے تھے۔ ان میں سے بیشتر اسٹالن کے دور کے پروردہ لوگ تھے مثلاً سسلوف جو پارٹی میں نظریاتی ماہر (Theoritician) کہلاتے تھے۔

---

(۱) گینیڈی ورنو (31 اگست 1910 سے یکم اپریل 1994) سوویت سیاست دان جو روسی SFSR کی وزراء کونسل کا چیئر مین تھا۔

(۲) برژنیف (19 دسمبر 1906۔10 نومبر 1982 تک) سوویت سیاست دان جو اپنی موت تک سوویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کے جنرل سیکریٹری رہے۔

(۳) میخائل سسلوف (8 نومبر 1902 سے 25 جنوری 1982) 1965 سے سویت یونین کی کمیونسٹ پارٹی کے سیکنڈ سیکریٹری رہے۔

سسلوف کی انیسویں کانگریس میں تقریر جس میں اسٹالن کی شان میں قصیدہ ہے۔ بائیسویں کانگریس میں تقریر جس میں خروشچیف کی شان میں قصیدہ ہے اور پھر چھبیسویں کانگریس میں تقریر جس میں برژنیف کو آسمان پر چڑھا دیا ہے اس بات کا واضح ثبوت ہے کہ سسلوف کی وفاداریاں پارٹی کے بجائے افراد کے ساتھ تھیں۔ خروشچیف پر جو الزامات لگائے گئے ان میں یہ الزام بھی تھا کہ مختلف علاقوں کا دورہ کرتے ہوئے خروشچیف وہاں کے سوویتوں (Soveiets) کے سربراہوں سے براہ راست بات چیت کرتے تھے اور پارٹی کے مقامی رہنماؤں کو نظر انداز کر دیتے تھے۔

خروشچیف کی یہ غلطی بہر حال اہم تھی کہ اسٹالن کے بعد جمہوریت کی بحالی کا عمل نیم دلانا تھا اور عوام کی بھرپور شرکت کی اس میں ضمانت موجود نہیں تھی۔ خروشچیف کو برطرف کرنے میں برژنیف گروپ نے اس سے پورا فائدہ اٹھایا۔ مرکزیت کا رویہ ان لوگوں میں اس وقت بھی اتنا طاقتور تھا کہ خروشچیف کو پارٹی کی رہنما پوزیشن سے ہٹانے کے بعد دوسرے تمام عہدوں سے بھی اسی وقت با آسانی نکال دیا گیا خروشچیف خود بھی آخر عمر تک اس بات پر افسوس کرتا رہا کہ شخصیت پرستی کے خلاف مہم کی تکمیل نہیں ہو سکی اور سماج سے اس کی جڑیں پوری طرح نہ نکالی جا سکیں۔

خروشچیف کو جن لوگوں نے اقتدار سے علیحدہ کیا ان کا مقصد خروشچیف کی غلطیوں کی اصلاح نہیں تھی نہ ہی ملک کی زرعی، صنعتی اور دیگر پالیسیوں میں کوئی بڑی تبدیلی لانا تھی بلکہ اسٹالن کے طرز حکومت کو جس حد تک ممکن ہو برقرار رکھنا تھا۔ خروشچیف سے برژنیف کی نفرت کا یہ عالم تھا کہ برژنیف نے اپنی یادداشتوں میں سرے سے خروشچیف کا کوئی تذکرہ نہیں کیا بہر حال یہ خروشچیف کی کامیابی تھی کہ اس نے اسٹالنزم کی واپسی کے تمام راستے بند کر دیئے تھے۔

1953ء سے 1964ء تک تقریباً دس سال تک خروشچیف برسر اقتدار رہا۔ اس پورے عرصہ میں دفاع، سائنسی، و تکنیکی ترقی اور صنعتی پیداوار کا گراف اوپر کی جانب بڑھتا رہا۔ خروشچیف پر تنقید

کرنے والوں میں سے کسی نے بھی ان میدانوں میں خروشچیف کو ہدف نہیں بنایا۔ گورباچوف کی رپورٹ بھی یہی کہتی ہے کہ 1970 تک پانچ سالہ منصوبوں کے تمام ہدف پورے ہورہے تھے۔ 1964 میں سپریم سوویت میں خروشچیف نے اپنی رپورٹ میں کہا کہ گزشتہ دو پانچ سالہ منصوبوں کی کامیابی سے غلہ کی پیداوار 77 فیصد، دودھ اور دودھ کی اشیا 76 فیصد، مکھن کی پیداوار 86 فیصد بڑھی ہے اور گوشت کی مقدار دوگنی ہوگئی ہے۔ ان اعداد و شمار کو چیلنج نہیں کیا گیا۔

خروشچیف کے بعد پارٹی اور حکومت کے رہنما کی حیثیت سے برژنیف منتخب ہوا جو 1964ء سے 1982ء میں اپنی موت کے وقت تک برسراقتدار رہا۔

برژنیف کے دور (ا) کو گورباچوف نے جمود کا دور قرار دیا ہے آج کل کے سوویت لٹریچر میں بھی اسے جمود کا دور کہا جارہا ہے۔ وجہ اس کی یہ کہی جاتی ہے کہ سیاسی سماجی اور اقتصادی صورت حال میں ترقی کی طرف کوئی پیش رفت نہیں ہوئی بلکہ یہ کہنا زیادہ مناسب ہے کہ حالات بدتر ہوئے۔ یہ دور بھی اسی تسلسل میں آتا ہے جس کی اصلاح کے لیے پریستورائیکا کی ضرورت بتائی جاتی ہے۔ اس کا ایک سرسری جائزہ یہ بتاتا ہے کہ برژنیف کی مکمل توجہ سوویت یونین کی خارجہ پالیسی کی طرف رہی۔

برژنیف کا دور تقریباً اٹھارہ سال پر محیط ہے یعنی 1964ء سے 1982ء تک۔ 26ویں کانگریس 1981ء کی رپورٹ میں برژنیف نے ان اقدامات کا تفصیلی تذکرہ کیا ہے جو خارجہ پالیسی کے سلسلے میں کیے گئے۔

ان میں سب سے زیادہ اہمیت امن اور تخفیف اسلحہ کے مسائل کو حاصل رہی۔ تقریر کی ابتدا میں ہی برژنیف نے کہا کہ

''کسی بھی روسی شہری سے خواہ وہ کمیونسٹ پارٹی کا ممبر ہو یا نہ ہو۔ اگر

(ا) برژنیف 1906ء سے 1982ء تک سوویت سیاست دان جو اپنے انتقال تک کمیونسٹ پارٹی کا جنرل سیکریٹری تھا۔

آپ پوچھیں کہ گزشتہ چند سالوں میں پارٹی کا سب سے اہم کارنامہ کیا رہا تو وہ یہی جواب دے گا کہ ''ہم نے عالمی امن کو برقرار رکھنے کی بھرپور سعی کی ہے۔''

برژنیف نے اس سلسلے میں جن حقائق کی نشاندہی کی وہ یہ ہیں کہ:

☆...... عالمی سرمایہ دارانہ بحران کی وجہ سے سامراجی طاقتوں میں منڈی، توانائی اور خام مال کے ذرائع کے لیے مقابلہ شدید ہورہا ہے۔

☆ جاپان اور مغربی یورپ کے اجارہ داروں کا سخت مقابلہ، امریکی سامراجی سرمائے سے نہ صرف بیرونی منڈیوں میں بلکہ امریکی منڈی کے اندر بھی ہے امریکی برآمدات میں 1970 کی دہائی میں 20 فیصد کی کمی ہوئی ہے۔

☆اس کی وجہ سے امریکی سامراج کا اسلحے کی صنعت پر انحصار بڑھتا جارہا ہے۔

☆ امریکہ میں فوجی اخراجات میں بے پناہ اضافہ ہوا ہے اور فوجی بجٹ 150,000 ملین ڈالر تک پہنچ گیا ہے فوجی صنعتی کمپلیکس اس پر بھی مطمئن نہیں ہیں اور زیادہ کا مطالبہ کررہے ہیں۔

☆ امریکہ اور اس کے حلیفوں میں دیتانت کی شدید مخالفت ہورہی ہے اور تخفیف اسلحہ کی کوششوں اور سوویت یونین اور امریکہ کے درمیان بہتر تعلقات کو سبوتاژ کیا جارہا ہے۔

☆ سامراجی حکمران حلقے دنیا بھر کے عوام کو یہ باور کرانے کی کوشش کررہے ہیں کہ نیوکلیائی جنگ کو محدود کیا جاسکتا ہے تاکہ لوگ یہ سمجھنے لگیں کہ ایسی جنگ زیادہ نقصان رساں نہیں ہوگی اور عام جنگوں کی طرح ہوں گی۔

☆ سامراجی اجارہ داروں کو تیل، یورنیم اور نان فیرس دھاتیں چاہییں ہیں لہذا وہ مشرق وسطی، افریقہ اور بحر ہند کے علاقوں کو ''اپنے اہم مفادات کا علاقہ'' شمار کرتے ہیں سامراجی فوجی کارروائیاں ان علاقوں میں بڑھتی جارہی ہیں اور سامراجی فوج ان علاقوں میں مستقل اڈے بنارہی ہے مثلاً ڈیگوگارشیا، اومان، کینیا، صومالیہ اور مصر وغیرہ

☆امریکہ اور نیٹو میں اس کے حلیف زیادہ سے زیادہ فوجی تیاریوں میں مشغول ہیں دنیا کے گرد امریکی فوجی اڈوں اور اسلحہ کے ذخیروں کا جال بن رہے ہیں۔

☆امریکی پالیسی سازوں میں جنگی جنون کی وجہ سے سوویت روس اور امریکی حکومت کے تعلقات کو شدید نقصان پہنچا ہے اور متعدد مسائل پر دو طرفہ بات چیت متاثر ہوئی ہے۔(۱) سالٹ II کا معاہدہ مکمل نہیں ہو سکا اور تخفیف اسلحہ اور تیسری دنیا کے ممالک کو اسلحہ کی سپلائی میں کمی کرنے کے معاہدے پر بات چیت امریکی حکومت نے یک طرفہ ختم کر دی۔

☆نیٹو نے مغربی یورپ میں نئے امریکی میزائل لگانے کا فیصلہ کیا ہے،

☆ جاپان کی پالیسی میں بھی منفی اثرات ابھرے ہیں جو امریکہ سے فوجی تعاون سوویت روس سے مخاصمت پر مبنی ہیں۔

☆ملٹری ٹیکنالوجی میں بے پناہ ترقی کی وجہ سے نئے اور ناقابل یقین تباہی پھیلانے والے کیمیائی ہتھیار ایجاد ہو رہے ہیں۔

ان وجوہات کی بنا پر برژنیف نے اپنی پالیسیوں کا مرکزی نقطہ امن عالم رکھا اور بھرپور توجہ اس جانب مبذول رکھی۔ برژنیف نے اپنی پالیسیوں کو چوبیسویں اور پچیسویں کانگریس کے فیصلوں کا تسلسل قرار دیا۔

برژنیف نے جو اقدامات اس سلسلے میں گنوائے ہیں ان کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا یہ حسب ذیل ہیں:

☆......لینن کی پرامن بقائے باہمی کی پالیسی پر سختی سے عمل کیا گیا۔ سرمایہ دار ممالک سے باہمی مفادات کی بنیادوں پر تعلقات استوار کیے گئے اور سامراج کے جارحانہ منصوبوں کی مخالفت کی گئی۔

---

(۱) سالٹ II کا حوالہ: نومبر 1974 میں ولادیووستوک کانفرنس میں سالٹ II کے معاہدہ کے بنیادی فریم ورک پر اتفاق ہوا اس میں ہر طرف کے لیے اسٹریٹیجک نیوکلیئر ڈیلیوری گاڑیوں (SLBM, ICMB)، 1,320 کی حد، نئے زمینی ICMB لانچروں پر پابندی اور نئی قسم کے اسٹریٹیجک جارحانہ ہتھیاروں کی تعیناتی پر پابندی

☆......سوشلسٹ بلاک کو مضبوط بنانے میں مدد دی گئی سوشلسٹ ممالک بلغاریہ، ہنگری، کیوبا، لاؤس، ویتنام، جرمنی، منگولیا، پولینڈ، رومانیہ اور چیکوسلواکیہ سے تعاون کی نئی شکلیں اختیار کی گئیں۔

☆......سربراہی سطح پر سوشلسٹ ممالک سے 37 میٹنگیں ہوئیں جن میں باہمی تعلقات اور عالمی سیاست کے اہم مسئلوں پر یکجہتی سے فیصلے کیے گئے۔ حکومتی سطح پر اور پارٹی کی سطح پر وفود کا تبادلہ ہوا اور مرکزی کمیٹیوں کے سیکریٹریز کی کانفرنسیں ہوئیں جن میں بین الاقوامی مسائل اور نظریاتی اور تنظیمی سوالات پر اہم مباحث ہوئے۔

☆...... دوست ممالک سے خلائی پروازوں کے پروگرام میں تعاون بڑھا۔ اس خلائی تعاون کی عالمی امن کے لیے سیاسی اہمیت بہت ہے۔

☆......وارسا ٹریٹی، خاص کر اس کی سیاسی مشاورت کی کمیٹی کی سرگرمیوں کا یورپ اور عالمی سیاست پر گہرا اثر پڑا ان کا مقصد دیتانت کا دفاع اور عالمی امن کو مضبوط بنانا ہے۔(۱)

☆......وزرائے خارجہ کی کمیٹی کے نام سے ایک کمیٹی تشکیل دی گئی۔

☆......CMEA (۲) ممالک میں معاشی انضمام کی پالیسی اختیار کی گئی تاکہ لمبی مدت کے لیے ان کی اقتصادی قوت کو یکجا کیا جا سکے اور سرمایہ دارانہ نظام کے مقابلے کے لیے تیار کیا جا سکے۔

☆......مشترکہ منصوبے نہایت کامیابی سے مکمل کیے گئے جس میں تین ہزار کلومیٹر SoYuz گیس پائپ لائن MIR پاور گرڈ، اوست پیپر پلانٹ۔ منگولیا میں کانوں (Mines) کو جدید بنانا اور کیوبا میں نکل پلانٹ کی تعمیر شامل ہیں۔

---

(۱) وارسا ٹریٹی ایک اجتماعی دفاعی معاہدہ تھا جو سوویت یونین اور وسطی مشرقی یورپ کی سات دیگر سوویت سٹیلائٹ ریاستوں نے قائم کیا تھا۔

(۲) CMEA کونسل برائے باہمی اقتصادی مدد

☆......سوویت روس نے CMEA کے ممالک سے گزشتہ پانچ سال میں نوے ہزار ملین روبل کا مال درآمد کیا اور 98 ہزار ملین روبل کا مال برآمد کیا۔

☆......توانائی۔ خام وسائل اور سائنسی، تکنیکی ترقی کے بہترین استعمال کے لیے مشترکہ مساعی انتہائی ضروری ہیں اور روس نے اس سمت بہت پیش رفت کی ہے۔

☆......روس نے پولینڈ، ویت نام اور کمپوچیا کی تمام ممکنہ مالی، اخلاقی اور اسلحہ سے مدد کی تاکہ وہ سامراج اور عوام دشمنوں کے حملے پسپا کرسکیں۔ یہ ہم نے واضح کر دیا کہ کہیں بھی عوام کی سوشلسٹ حاصلات کا دفاع کرنے میں سوویت روس پیچھے نہیں ہٹے گا۔

☆......عوامی جمہوریہ چین کی پالیسی کا رخ نیٹو اور سامراجی مفادات کی ہم آہنگی میں سوویت روس کی مخاصمت اور دشمنی کی طرف ہے یہ ایک خطرناک پالیسی ہے اور ہمیں اس پر نظر رکھنے کی ضرورت ہے۔

☆......نوآزاد ممالک کی ہر ممکن امداد، تعاون اور دوستی کے معاہدوں کی تشکیل، سوشلسٹ رجحان رکھنے والے ممالک شام، انگولا، ایتھوپیا، موزمبیق، افغانستان اور عوامی جمہوریہ یمن سے امن کی کوششوں میں تعاون اور دوستی کے معاہدے کیے گئے۔ ان ممالک میں اقتصادی ترقی کے لیے متعدد بڑے پروجیکٹس جن کی بنیادی اہمیت ہے سوویت روس کے تعاون سے شروع کیے گئے اور مکمل ہوئے شام میں التھوہ پاور کمپلکس جو 70% بجلی کی ضروریات پوری کرتا ہے۔ الجیریا میں اسٹیل ملز کا دوسرا فیز جو پیداوار کو بیس لاکھ ٹن تک لے جائے گا اور گنی میں باکسائیٹ پلانٹ روس کے مکمل تعاون اور امداد سے قائم کیے گئے۔

☆......سوویت روس نے نوآزاد ممالک کی دفاعی صلاحیتوں کو بڑھانے اور مضبوط کرنے میں بھی بہت مدد کی ہے خاص کر ان کو ردانقلاب قوتوں کی جارحیت سے نمٹنے کے لیے انگولا، ایتھوپیا اور افغانستان کی مثال سامنے ہے۔

☆......سوویت روس نے ایک نئے عالمی اقتصادی نظام کی جو تیسری دنیا کے ممالک کی

ضروریات کے مطابق ہو بھرپور حمایت کی ہے۔

☆......سوویت روس نے ایران عراق جنگ کی مذمت کی ہے۔ مشرق وسطیٰ کے مسائل کے حل کے لیے تمام پارٹیوں کی کانفرنس۔ کیمپ ڈیوڈ معاہدہ کی مذمت۔ اسرائیل کے قبضے میں عرب علاقوں کی آزادی اور اقوام متحدہ کے موثر رول کا مطالبہ کیا ہے۔

☆......کمیونسٹ اور ورکرز پارٹیز کی 1976 کی برلن کانفرنس۔ 1980 کی پیرس میٹنگ، سوشلسٹ انٹرنیشنل کی تخفیف اسلحہ کانفرنس میں ہماری شمولیت اور ورلڈ پارلیمنٹ برائے امن جو صوفیہ میں منعقد ہوئی اہم واقعات ہیں۔

☆......روس نے خلیج کی جنگ بند کرانے اور ایک ایسا بین الاقوامی معاہدہ کرنے کی تجویز پیش کی جس میں تمام متعلقہ پارٹیوں کے مفادات محفوظ رہ سکیں۔ اس خطے میں امن اور استحکام سب کی مشترکہ کوششوں سے ہی قائم ہوسکتا ہے اور جہازوں کی محفوظ آمدورفت کی ضمانت مہیا ہوسکتی ہے۔ ایسے معاہدوں سے نہ صرف خلیج میں بلکہ دنیا بھر کے سمندروں میں عالمی طاقتوں کے جنگی بیڑے میں کمی ہوسکتی ہے۔

☆......سوویت روس اور وارسا معاہدے کی دفاعی صلاحیتوں میں امریکہ اور نیٹو سے برابری نے معروضی طور پر امن کے قیام میں مدد دی ہے ہم کسی قسم کی برتری نہیں چاہتے لیکن برابری سے کم بھی نہیں رہ سکتے۔ طاقت کی بنیاد پر ہم سے بات کرنا فضول ہے اور ''سوویت دھمکیوں'' کی نام نہاد داستانوں کو سنجیدہ سیاست سے دور رکھنا چاہیے۔

☆...... یورپ میں میڈیم اور اسٹریٹجک دونوں قسم کے نیوکلیئر ہتھیاروں میں دونوں طاقتوں میں برابری ہے۔ معاہدوں کے ذریعے اس برابری کو قائم رکھا جاسکتا ہے۔

☆......ٹینکوں کی تعداد سوویت یونین کی زیادہ ہے لیکن اینٹی ٹینک ہتھیاروں کی تعداد امریکہ اور نیٹو کے پاس زیادہ ہے۔

☆......فوجی دستوں کی تعداد بھی امریکہ اور نیٹو کی قدرے زائد ہے لہذا سوویت فوجی

برتری کی ساری کہانیاں جھوٹی ہیں۔

☆......عالمی امن کے لیے دونوں بڑی طاقتوں روس اور امریکہ کو مل کر کام کرنا پڑے گا ہم ہمیشہ اس سلسلے میں مذاکرات کے لیے کوشش کرتے رہے ہیں۔

☆......ہم نے یہ بات بار بار واضح کی ہے کہ جرمنی، اٹلی، برطانیہ، نیدرلینڈ یا بلجیم میں نئے امریکی میزائل لگانے کا مقصد سوویت روس کو ہدف بنانا ہے لیکن ان سے نہ صرف یہ کہ ہمارے تعلقات ان ممالک سے خراب ہوں گے بلکہ خود ان ممالک کی سلامتی بھی خطرے میں پڑ جائے گی۔

☆......ہم نے تمام نیوکلیئر اور انسانیت کی تباہی کے ہتھیاروں پر مکمل پابندی کا مطالبہ کیا ہے ہماری کوشش سے یہ منظور ہوا کہ ماحولیات کو فوجی مقاصد کے لیے کسی خطرے سے دوچار نہیں ہونے دیا جائے گا۔

☆......ریڈیولاجیکل ہتھیاروں پر پابندی کا معاہدہ منظوری کے قریب ہے۔

☆......کیمیائی ہتھیاروں کو بالکل ختم کرنے کا معاہدہ منظوری کے لیے زیر بحث ہے۔

☆......امن کی طاقتوں کی مزاحمت کی وجہ سے مغربی یورپ میں نیوٹرون ہتھیاروں کی تنصیب نہیں ہو سکی۔

☆......ہم نے مطالبہ کیا ہے کہ یورپین کانفرنس میں شریک ممالک یہ معاہدہ کریں کہ یورپین ممالک ایک دوسرے کے خلاف جنگ نہیں کریں گے اور روایتی یا نیوکلیائی ہتھیار استعمال نہیں کریں گے۔ اور نئے ملٹری بلاک نہیں بنائیں گے اور نہ ہی پرانے کسی فوجی بلاک میں نئے ممبر شامل کیے جائیں گے۔ ویانا بات چیت کے ذریعے سینٹرل یورپ میں فوجوں اور ہتھیاروں میں کمی پر اتفاق رائے کی کوشش ہو رہی ہے۔

☆......گزشتہ پانچ سال کے دوران ہماری پیش کی ہوئی امن کی تجاویز کو اقوام متحدہ کی اکثریت کی حمایت حاصل ہو رہی ہے جس میں جنرل اسمبلی کا خصوصی اجلاس برائے تخفیف اسلحہ بھی

شامل ہے۔

☆......دنیا کے بیشتر ممالک نے ہماری اس اپیل کی تائید کی ہے کہ افریقہ اور مشرق وسطیٰ کو کیمیائی ہتھیاروں سے آزاد علاقہ قرار دیا جائے۔

☆......سوویت روس نے اپنی خارجہ پالیسی کی سرگرمیوں سے امن عالم کو یقینی بنانے کی کوشش کی ہے۔ یورپ کے ملکوں میں اعتماد بحال کرنے، فوجی مشقوں کی ایک دوسرے کو اطلاع دینے اور مبصرین کو دعوت دینے، ہر جگہ جنگ کے خلاف احتیاطی تدابیر اختیار کرنے پر دنیا کے ممالک کو آمادہ کیا ہے۔ تخفیف اسلحہ ہماری پہلی ترجیح ہے اور ہم نے فضا کو سازگار بنانے کی بھرپور کوشش کی ہے اور ہم یقین سے کہہ سکتے ہیں کہ ان اقدامات کے نتیجے میں دنیا میں جنگ کا خطرہ کم ہوا ہے۔

برژنیف کی خارجہ پالیسی پر اتنی تفصیل پیش کرنے کا مقصد یہ ہے کہ قاری اس دور کے تمام اہم پہلوؤں سے واقف ہو جائے یہ اس لیے بھی ضروری تھا کہ برژنیف کے اٹھارہ سالہ دور کو اسٹالن کے دور کا تسلسل شمار کیا جاتا ہے اور یہ بات کہی جاتی ہے کہ پریستورائیکا کے نفاذ کی ایک وجہ وہ کوتاہیاں بھی ہیں جو اسٹالن کے دور سے برژنیف کے دور تک چلتی رہیں۔

خارجہ پالیسی پر اور خاص کر امن اور تخفیف اسلحہ کے مسئلے پر سرگرمیوں کو جتنی بھی اہمیت دی جائے کم ہے اور اس دعوے میں ہمیں کوئی شبہ نظر نہیں آتا کہ سوویت روس کی کوششوں سے ہی دنیا کے عوام آج جنگ کے خطرہ سے بڑی حد تک محفوظ ہیں۔ اس بات سے انکار نہیں کیا جا سکتا کہ سامراجی طاقتیں خاص کر ان کے سرخیل امریکہ کو محدود پیمانے پر علاقائی جنگوں میں، ایٹمی اسلحہ کے ایسے استعمال پر جیسا کہ ہیروشیما اور ناگاساکی میں ہوا جن کی جنگی بنیادوں پر کوئی ضرورت نہ تھی اور یہ محض ایک بھیانک تجربے کے لیے پھینکے گئے تھے، روکا نہیں جا سکتا تھا۔ اگر دنیا بھر میں مزدور طبقہ اور محنت کش عوام کی امن مہم کو سوشلسٹ بلاک کے عوام اور حکومتوں، خاص کر سوویت روس کے عوام کمیونسٹ پارٹی اور اس کے جنرل سیکریٹری کی طاقت اور سرگرمیوں کی پشت پناہی

حاصل نہ ہوتی یہ تصور کرنا کچھ مشکل نہیں ہے کہ سرمایہ داری کے کسی بھی شدید بحران کو حل کرنے میں ایسی جنگ کا کیا کردار ہوتا اور اس کے بعد ایک لمبی مدت کے لیے دنیا کا نقشہ کیا بنتا۔

بعض لوگوں کی یہ رائے درست نہیں ہے کہ برژنیف نے جنگ کے خطرے کو Over estimate یا یہ کہ داخلی پالیسیوں اور مسائل سے عوام کی توجہ ہٹانے کے لیے جنگ کے خطرہ کو بڑھا چڑھا کر پیش کیا۔

پہلی بات تو یہ کہ ایٹمی جنگ سے ہونے والی تباہی کو بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔اور اس ہولناک اور مکمل تباہی کو کم کر کے کیسے دیکھا جا سکتا ہے۔

روس میں بعض سیاسی تجزیہ نگار ایسی دلیلیں پیش کرتے ہیں جن کا حقائق سے کوئی تعلق نہیں ہوتا۔ایک صاحب نے فرمایا کہ اسٹالن کی خارجہ پالیسی درست ہوتی اور اسٹالن نے جمہوریت قائم رکھی ہوتی جس کے نتیجے میں اقتصادی اور دفاعی تیاریاں مکمل ہوتیں تو فاشسٹ جرمنی روس پر حملہ نہیں کر سکتا تھا۔اگر آپ جرمنی کے فاشزم اور دیگر سامراجی ملکوں کی پالیسیوں اور دنیا کے تقسیم کرنے کے منصوبوں کو نظر انداز کر دیں تو شاید یہ دلیل کوئی اثر رکھتی ہو۔اسی طرح یہ دلیل بھی وزن نہیں رکھتی کہ امریکہ کے مقابلے پر نیوکلیائی ہتھیار بنا لینے کے بعد روس کو اپنے دفاعی شعبے کو بند کر دینا چاہیے تھا کیونکہ دنیا کو صرف ایک ہی مرتبہ تباہ کیا جا سکتا ہے۔یہ اعتراض اس لاعلمی سے پیدا ہوتا ہے کہ دفاع کا شعبہ محض دنیا کو تباہ کرنے کا شعبہ نہیں ہے بلکہ طاقت کی برتری، مواقع کی برتری اور سائنس و ٹیکنالوجی کی برتری کے اظہار کا بھی شعبہ ہے۔اگر روس اپنے دفاعی شعبے میں کمی کر دے تو امریکہ کے SDI کے پروگرام کے جواب میں یا تو امریکہ پر حملہ کر دے ورنہ پھر امریکی سامراج کی جارحانہ طاقت کی برتری تسلیم کر لے۔

اس طرح یہ دلیل بھی کہ عوام کی توجہ داخلی مسائل سے ہٹانے کے لیے برژنیف نے جنگ کا ہوا کھڑا کیا ہے، بے معنی ہے۔روس میں اس دور میں نہ تو کوئی عوامی شورش موجود تھی اور نہ ہی پورے نظام میں کوئی ایسا بحران موجود تھا کہ جس کے لیے جنگ کا ہوا کھڑا کرنے کی ضرورت تھی۔

یہ کہا جا سکتا ہے کہ اور درست طور پر برژنیف نے ملک کی اقتصادی اور سماجی زندگی کو نظر انداز کیا اور اس کی پالیسیوں میں متعدد جگہ کوتاہیاں موجود ہیں لیکن یہ بات محل نظر ہے کہ خارجہ پالیسی میں سرگرمیوں کو کم کر کے ہی اقتصادی اور دیگر پالیسیاں ٹھیک کی جا سکتی تھیں دونوں رخ کی پالیسیوں کو یکساں اہمیت دے کر چلانا ظاہر ہے کہ ہر طرح ممکن تھا۔

برژنیف نے 26ویں کانگریس میں اقتصادی پالیسیوں پر رپورٹ پیش کرتے ہوئے بتایا کہ 1970 کے مقابلے میں 1980 میں مجموعی قومی پیداوار میں 167 فیصد، زرعی پیداوار میں 111 فیصد اور صنعتی پیداوار میں 178 فیصد اضافہ ہوا۔پیداواری قوت میں اس دور میں 50 فیصد اضافہ ہوا۔تیل کی پیداوار 31 ملین سے 312 ملین ٹن ہو گئی۔گیس کی پیداوار 9500 سے 156.000 ملین کیوبک میٹر ہو گئی۔بھاری صنعتوں کی پیداوار گزشتہ بیس سال کے مقابلے میں بڑھ گئی۔بجلی کی پیداوار دگنی ہو گئی۔انجینئرنگ کی صنعت میں 2.7 گنا اضافہ ہوا۔انسٹرومنٹ میکنگ میں 3.3 گنا اور کمپیوٹر کی صنعت میں 10 گنا اضافہ ہوا۔6 نئے ایٹمی ری ایکٹر نصب کیے گئے اور ایٹمی بجلی کی پیداوار نے کئی گنا ترقی کی۔نئی زمینیں زیر کاشت آئیں۔تنخواہوں میں اضافے کے لیے 32.000 ملین روبل مختص کیے گئے اور اوسط تنخواہوں میں 1.4 گنا اضافہ ہوا۔سوشل فنڈ تقریباً دوگنا ہو گیا اور اشیائے صرف کی پیداوار میں دوگنا اضافہ ہوا۔(۱)

ان اعداد و شمار کو پیش نظر رکھیئے تو یہ کہنا عجیب لگتا ہے کہ 1970ء سے 1982ء تک کا دور جمود کا دور ہے۔کسی بھی عام آدمی کے لیے یہ بات سمجھنا مشکل ہوگی کہ قومی آمدنی میں 167 فیصد اضافے کے باوجود ترقی نہیں ہو رہی تھی۔

اعداد و شمار کا یہ گورکھ دھندا عجیب و غریب صورتحال پیدا کر دیتا ہے۔1963ء میں روس میں قحط کی سی کیفیت ہو گئی اور لوگوں کو جنگ کے بعد پہلی مرتبہ روٹی کے لیے لائن لگانا پڑی لیکن دوسری طرف اپریل 1964ء کے سپریم سوویت کے اجلاس میں خروشچیف نے زرعی ترقی کے جو

---

(۱) 26ویں کانگریس میں جنرل سیکریٹری کی رپورٹ

اعداد وشمار پیش کیے وہ قابل قدر اضافہ ظاہر کررہے تھے خروشچیف نے کہا کہ گزشتہ دو پنج سالہ منصوبوں کے دوران غذائی اجناس کی پیداوار میں 77 فیصد اضافہ ہوا۔ گوشت کی پیداوار دگنی ہوئی اور دودھ اور دودھ کی بنی ہوئی اشیا میں 76 فیصد اضافہ ہوا وغیرہ۔ یہ اعداد وشمار مستند تھے جو زراعت میں ترقی کی شرح رفتار کو ظاہر کرتے تھے۔ ان کی تشکیل میں متعدد عوامل شامل تھے مثلاً یہ کل روس بنیاد پر تھے جس میں خراب فصل اور اچھی فصل والے دونوں علاقے شامل تھے اور یہ کہ اس میں صرف اناج کی پیداوار ہی نہیں بلکہ زراعت اور زراعت سے متعلق دیگر شعبے بھی شامل تھے نتیجہ یہ کہ جہاں ایک طرف پارٹی اور اعلیٰ حکومتی ادارے زراعت میں قابل قدر اضافہ کا اعلان کررہے تھے۔ روس کے عوام قحط کا سامنا کررہے تھے اور ان اعداد وشمار کا مذاق اڑا رہے تھے۔

برژنیف کے دیے ہوئے اعداد وشمار جس شرح ترقی کا اعلان کررہے تھے ان کے تقابل کے لیے 1970ء کے اعداد وشمار پیش کیے گئے ہیں یعنی 1971ء سے 1975ء اور 1976ء سے 1980 کے دونوں پانچ سالہ منصوبوں کی مجموعی ترقی کی شرح کو 1980ء کی شرح کے مقابلے میں رکھا ہے اس طرح شرح ترقی کا اضافہ بہت زیادہ نظر آتا ہے یہ اعداد وشمار صحیح تصویر پیش نہیں کرتے کیونکہ برژنیف نے خود بھی یہ اعتراف کیا کہ 1970ء کے بعد قومی ترقی کے ہدف پورے نہیں ہوئے جبکہ یہ اعداد وشمار دونوں پنج سالہ منصوبوں کی خامیوں کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

سوویت روس کے مرکزی محکمہ شماریات کے جاری کردہ اعداد وشمار کے مطابق 1975ء کی شرح کو بنیاد مان لیا جائے تو 1980ء میں قومی آمدنی کی شرح ترقی 123 ہے جبکہ خود 1975ء کی شرح 1970ء کے مقابلے میں 136 ہے لہذا یہ کہنا کہ 1970ء کی بنیاد پر 1980ء کی شرح 16 فیصد ہے، یہ مبالغہ کرنا ہے کیونکہ دو پنج سالہ منصوبے کے نتائج کا تقابل ایک پنج سالہ منصوبہ کے نتائج سے کرنا طریقہ کار کی غلطی ہے۔

اگر ہم 1951ء سے 1960ء اور 1961ء سے 1970ء کی دہائیوں کی شرح ترقی کا 1945ء کی شرح کو اکائی مان کر موازنہ کریں تو 1957ء سے 1960ء تک کی شرح تقریباً پانچ گنا اور

1961ء سے 1970ء تک کی شرح تقریباً دس گنا ہوتی ہے اس شرح کو کم از کم یکساں رفتار سے بڑھتے ہوئے بھی 1980ء تک بیس گنا ہونا چاہیے تھا جو درحقیقت صرف 16.3 تک پہنچ سکتی تھی۔ یہی صورت حال زرعی پیداوار کی شرح ترقی کی ہے جو اپنے ہدف سے پیچھے رہی خاص طور پر اجناس کی فصل میں جہاں اس کی شرح 3.9 رہی ہے جبکہ لائیو پروڈکٹس میں کچھ بہتر صورت رہی صنعتی پیداوار میں بھاری صنعتوں میں ترقی کی شرح 30 تھی جبکہ اشیائے صرف کی صنعتوں میں یہ شرح 21 تھی۔

یہ بات بھی پیش نظر رکھنی چاہیے کہ سویت روس کی آبادی 1959ء میں 20 کروڑ 83 لاکھ جبکہ 1980ء میں یہ 27 کروڑ تک پہنچ گی۔ آبادی کی شرح ترقی سے ملک میں مجموعی ترقی ہم آہنگ نظر نہیں آتی اور فی کس پیداوار کی شرح کم ملتی ہے۔ بعض شعبوں مثلاً کان کنی وغیرہ میں ترقی کی شرح بہت زیادہ ہے مثلاً 1970ء میں کوئلے کی پیداوار 31 ملین ٹن تھی تو 1980ء میں یہ پیداوار 312 ملین ٹن ہے۔ یہ شرح بعض پیداواری شعبوں میں ہدف پورا ہونے کی نشاندہی کرتی ہے۔

ان اعداد وشمار سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ترقی کی شرح کم ہونے سے وہ اہداف جو پچھلی دہائیوں کی شرح ترقی کو مدنظر رکھ کر متعین کیے گئے تھے پورے نہیں ہوسکے۔ یہ 1975 اور 1980ء دونوں پنج سالہ منصوبوں کے نتائج میں ظاہر ہوا۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ برژنیف کے دور میں پیداوار بالکل رک گئی تھی اور مکمل جمود طاری ہوگیا تھا جمود اور ٹھہراؤ سے یہ بات کہنا مقصود ہے کہ برژنیف کے دور میں اقتصادی اصلاحات پر اور اقتصادی اور سماجی میدانوں میں درست سیاسی تجزیوں پر کم سے کم توجہ دی گئی اور شرح ترقی کی رفتار میں مطلوبہ اضافہ نہ ہوسکا۔

(ایک عجیب بات یہ نظر آتی ہے کہ شخصیت پرستی کی شدید مذمت کرتے رہنے کے باوجود ہر رہنما کے ساتھ شخصیت پرستی کا کچھ نہ کچھ عنصر ضرور موجود ہے۔ خروشچیف نے جو رپورٹیں اور پالیسیاں پیش کیں انہیں پولٹ بیورو اور سینٹرل کمیٹی تو الگ رہی کانگریس نے بھی تقریباً اسی شکل میں منظور کیا اس وقت سب نے تائید کی۔ بعد میں انہی تائید کرنے والوں نے شدید نکتہ چینی

کی۔اس کے بعد برژنیف کا دور آیا۔ پولٹ بیورو سینٹرل کمیٹی اور کانگریس سب نے اسے تاج پہنائے رکھا اور بعد میں ان ہی پالیسیوں پر برا بھلا کہا اور اب گورباچوف کا دور ہے جس میں پریستورائیکا کے نفاذ سے قبل تک کسی نے ایک لفظ بھی خلاف نہیں کہا تھا)

یہ مختصر اعداد و شمار صورت حال کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔ برژنیف نے اپنی تقریر میں یہ اعتراف نہیں کیا کہ ترقی کی شرح گھٹ گئی ہے لیکن یہ کہا کہ اقتصادی میدان میں سب کچھ ٹھیک نہیں ہے اور متعدد خرابیاں گنوائی ہیں۔ برژنیف نے کہا کہ سارے اہداف مکمل نہیں ہوئے اور بہت سی وزارتوں اور اداروں نے اپنے پلان پورے نہیں کیے اس کی وجوہات میں کچھ ایسے عناصر ہیں جو ہمارے قابو سے باہر ہیں لیکن ان کے علاوہ پلاننگ کی خرابی اور انتظامی مہارت میں کمی بھی شامل ہے۔ پارٹی ممبران کی غیر ذمہ داری ڈسپلن سے لاپرواہی اور بدانتظامی بھی اس کی ایک وجہ ہے لیکن ان سب سے زیادہ کاہلی، روایت پرستی اور پچھلے ادوار کی بری عادتوں سے زیادہ نقصان ہوا ہے۔افرادی قوت کی کمی شمالی اور مشرقی علاقوں کی ترقی پر اخراجات اور ماحولیاتی تحفظ پر اخراجات میں اضافہ بھی معاشی مشکلات کی وجوہات ہیں پھر یہ کہ بہت سے پرانے کارخانے تعمیر نو چاہتے ہیں۔سڑکیں، ٹرانسپورٹ اور ذرائع آمدورفت کو ضروریات کے مطابق بنانے میں وسیع اخراجات کی ضرورت ہے۔بجلی، تیل اور توانائی جیسی بھاری صنعت کو فوری توجہ چاہیے تاکہ تیل کی جگہ گیس اور کوئلہ کو دی جاسکے اور ایٹمی طاقت خاص کر Fast Neutron Reactors کو تیزی سے صنعت میں استعمال کیا جاسکے ہمیں Nuclear fusion power Intensity کی بنیاد بھی ڈالنا پڑے گی۔

اسٹیل انڈسٹری میں اگر ہم نقصانات اور Wastages پر قابو پالیں تو انڈسٹری کی پیداوار دس فیصد بڑھ جائے گی۔

ایک مسئلہ جو پوری معیشت میں مشترک ہے وہ یہ کہ ہمیں Intensive development کی کوشش کرنے کی ضرورت ہے یعنی کم خام مال، توانائی وغیرہ صرف کرکے زیادہ سے زیادہ پیداوار حاصل کرنا۔صحیح پلاننگ اور سائنسی اور تکنیکی ترقی کے نتائج کو استعمال کیا جائے تو یہ نتائج حاصل کرنا آسان ہوگا دنیا بھر کے بہترین اشاریوں سے مقابلہ کیا جائے تو معلوم ہوگا کہ ہم قومی

آمدنی کی ہر اکائی پر توانائی اور خام مال کی زیادہ مقدار خرچ کرتے ہیں۔

صنعتی اور تکنیکی انقلاب کی دریافتوں اور ایجادات سے فائدہ اٹھائے بغیر 1980ء کی دہائی میں قومی معیشت کو ترقی دینے کا تصور ہی نہیں کیا جاسکتا ہم اپنی اعلیٰ سائنسی ریسرچ مثلاً

Continuous Direct current transmission, Powder, Metallurgy, Steel casting lines

یا انتہائی پائیدار مصنوعی ریشہ وغیرہ سے فائدہ اٹھانے میں بہت زیادہ دیر لگاتے ہیں۔سائنسی و تکنیکی انقلاب میں انجینئرنگ کا شعبہ خصوصی اہمیت رکھتا ہے۔کنٹرول کمپیوٹرز اور روبوٹ کو وسیع پیمانے پر استعمال ہونا چاہیے۔

اجتماعی اور ریاستی فارموں میں پارٹی اور سرکاری حکام کی بے جا دخل اندازی بند ہونا چاہیے ہلکی صنعتوں میں جدید مشینری کے ذریعے ترقی کی شرح بڑھانا چاہیے۔ بھاری صنعتوں کے مقابلے میں انہیں تیز تر ترقی کی ضرورت ہے۔

برژنیف نے ایسے چند اور معاشی عوامل کا تذکرہ کیا ہے جن کی وجہ سے معاشی صورتحال بہت اچھی نہیں رہی لیکن اصل مسئلہ یہ نہیں کہ Intensive development کی کوشش نہیں کی گئی یا Wastages زیادہ ہے۔ یہ بات کہ Intensive development کی کوشش نہیں کی گئی اس وجہ سے تھی کہ پلاننگ میں اس بات پر زیادہ اہمیت نہیں دی گئی تھی اور چونکہ پلاننگ کا کام مرکزی پلاننگ کمیشن کی ذمہ داری ہے لہذا اس کی ذمہ داری پلاننگ کمیشن کے سر گئی۔ پلاننگ کمیشن اپنی ہدایات کے لیے مرکزی کمیٹی اور کانگریس سے رجوع کرتا ہے جو بنیادی طور پر ایک سیاسی ادارہ ہے اور پورے ملک کے اور عالمی حالات کو سامنے رکھتے ہوئے ہدایات جاری کرتا ہے مثلاً یہ کہ دفاع کے اخراجات بڑھانا ہیں یا نہیں۔ اجتماعی فارموں سے اناج خریدنے کی کیا پالیسی اختیار کی جائے۔اشیاء کی کیا قیمت معین کی جائے وغیرہ وغیرہ۔آخری تجزیہ میں تمام معاشی فیصلوں کی بنیاد

---

(۱) USSR in figure 1984

(۲) 26ویں کانگریس میں جنرل سیکریٹری کی رپورٹ

بھی سیاسی بنتی ہے۔ برژنیف نے خود بھی اپنی اسی رپورٹ میں یہ کہا ہے کہ معاشی مسائل صرف معاشی مسائل ہی نہیں ہیں بلکہ سیاسی مسائل ہیں۔ پارٹی کے مسائل ہیں۔

برژنیف نے معاشی مسائل کی سیاسی بنیادوں کے بارے میں جو توجیہات پیش کی ہیں وہ خاصی تفصیلی ہیں ہم یہاں مختصراً ان نکات کو پیش کررہے ہیں۔

☆...... نئی ایجادات کی ہمت افزائی اور عمل کے لیے محکمہ جاتی سربراہوں کی ذمے داریوں میں اضافہ کرنا ضروری ہے۔

☆......وہ وجوہات تلاش کرنا ضروری ہیں جن کی بنا پر ہم باہر سے مشینیں اور ٹیکنالوجی درآمد کرتے ہیں جبکہ ان سے بہتر ہم خود بنا سکتے ہیں۔

☆......جن صنعتوں میں بہترین ریسرچ کی سہولتیں حاصل ہیں ان سے فائدہ اٹھانا ضروری ہے۔

☆......انفرادی مفاد کے مقابلے میں قومی مفاد کو ترجیح دینے کی ضرورت ہے۔

☆......لیڈران کے ہاتھ میں زیادہ طاقت دی گئی ہے تاکہ وہ اس کا بھرپور استعمال کریں۔

☆......اقتصادیات کا ریاستی پلان کی ذمہ داری کو قانونی تقاضہ سمجھنا چاہیے اور اس کو ہر حال میں مکمل کرنا چاہیے۔ پلان کی تکمیل کے دوران اس کے اہداف کو کم کرنے کی کوشش نہیں کرنا چاہیے۔اس کے نتیجے میں سہل پسندی اور تن آسانی پیدا ہوتی ہے اور لوگوں میں بغیر محنت کیے رہنما بننے اور بغیر کام کیے بونس لینے کے رجحان پیدا ہوتے ہیں۔

☆......مختلف محکموں کی سرگرمی اور کام میں تعاون اور آہنگ پیدا کیا جائے۔اس مقصد کے لیے جیسا کہ 25ویں کانگریس میں فیصلہ ہوا تھا اسٹیٹ پلاننگ کمیٹی کے تحت بین الصنعتی کمیشن اور بین الاعلاقائی کمیشن قائم کیے گئے ہیں۔

☆...... بڑے انضمام شدہ اداروں میں انتظامی تجربے کا رجحان آزادانہ فیصلوں اور زیادہ ذمہ داریوں کی طرف ہے، ہیئتی اور تنظیمی ذمہ داریوں کو بدلتی ہوئی معاشی اہداف کے مطابق تبدیل

ہونا چاہیے۔

☆......معاشی اہداف دراصل پارٹی کا پروگرام اور نعرے ہیں اور جیسا کہ لینن نے کہا ہے کہ ”جتنی بھرپور تبدیلی ہم لانا چاہتے ہیں اتنے ہی زیادہ لاکھوں اور کروڑوں عوام میں اس کے لیے شعوری حمایت اور جذبہ پیدا کرنا ضروری ہے۔“

☆......سوویت روس ایک وسیع ملک ہے اس میں آبادی بعض علاقوں میں بہت کم ہے اور بعض علاقوں میں افرادی قوت وہاں کی ضرورت سے زیادہ ہے پھر یہ کہ آبادی کے بہاؤ کے مختلف رجحانات ہیں جن کی وجہ سے افرادی قوت میں توازن بدلتا رہتا ہے۔

☆......بعض علاقے بعض اشیا کی پیداوار میں مخصوص ہوگئے ہیں مثلاً کاغستان جس کی غلہ کی پیداوار سالانہ 16 ملین ٹن ہے۔

☆......قومی مسئلے پر ہماری آبادی کے رجحانات تضادات کا شکار ہیں۔قومی تشخص کو سرے سے نظرانداز کرنا یا بڑھا چڑھا کر پیش کرنا عام ہے اس رویہ کو درست کرنے کی ضرورت ہے۔

☆......عوام کے محرک ہونے اور شعور کی اعلیٰ سطح پر ہی نئی ایجادات، تجاویز اور ترقی کا انحصار ہے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ایسی تمام تجاویز کو اوپر سے احکامات کے ذریعے دبا دیا جاتا ہے اور قوت محنت کی استعداد کے آگے بڑھنے کے راستے بند کردیئے جاتے ہیں۔

☆......ہمارے پاس ایسے متعدد منیجر ہیں جو کام کی جگہوں پر صفائی اور دوسری سہولتوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتے۔ایسے لوگوں سے سینٹرل کمیٹی سخت باز پرس کرتی ہے۔

اجرت کی تقسیم کا صحیح پیمانہ کام کی مقدار اور کوالٹی کی مطابقت میں ہونا چاہیے لیکن ہمیشہ ایسا نہیں ہوتا۔اجرتوں کو یکساں کرنا اور کام کے نتائج کو نظرانداز کرتے ہوئے صرف حاضری کی بنیاد پر اجرت کی ادائیگی اور بلا کسی سبب کے بونس دینا ہمارے یہاں عام طور پر رائج ہے۔

☆......اس کے نتیجے میں کام چور اور سہل پسندوں کی ہمت افزائی ہوتی ہے اور محنت سے کام کرنے والوں میں یہ نفسیات ابھرتی ہے کہ محنت کا کوئی فائدہ نہیں ہے ہمیں لوگوں میں زیادہ

محنت کی بنیاد پر بہتر زندگی گزارنے کے حق کا یقین پیدا کرنا چاہیے اور رشوت، نفع خوری، لوٹ اور ناجائز آمدنی کے خلاف ہر سخت اقدام کرنا چاہیے۔

☆......سوویت آئین کے تحت دستور سازی، انتظامی اور نگرانی کے تمام اختیارات سپریم سوویت کے پاس ہیں جو وزراء کی کونسل، وزارتوں اور محکموں کی رہنمائی کرتی ہے۔ اس سے غلطیوں کی جلد نشاندہی اور ازالہ میں مدد ملتی ہے۔

☆...... پبلک تنظیموں میں ٹریڈ یونین سب سے بڑی تنظیم ہے لیکن یہ کبھی کبھی سست روی کا مظاہرہ کرتی ہے اور اجتماعی معاہدوں پر عمل نہیں کرتی اور مزدور قوانین کی خلاف ورزیوں پر خاموشی اختیار کر لیتی ہے۔ بیوروکریٹک رویوں اور سرخ فیتے کی خرابیوں پر نکتہ چینی نہیں کرتی۔

☆...... پارٹی کی ابتدائی تنظیموں کو انتظامیہ کی نگرانی کے وسیع اختیارات حاصل ہیں جن کو بہترین طریقے سے استعمال کرنا چاہیے۔ افرادی قوت کا مسئلہ ہو یا معاشی پلان کا یا عوام کی رہائش اور کام کی سہولتوں میں اضافہ کا، ابتدائی پارٹی تنظیموں کو ہمیشہ اصولی موقف اختیار کرنا چاہیے اور انتظامیہ کی غلطیوں کی حمایت نہیں کرنی چاہیے۔

☆...... بہت سے اقتصادی ماہرین کو پارٹی کا کام سونپا گیا ہے یونین ری پبلک اور علاقائی کمیٹیوں میں ہر چار سیکریٹریوں میں سے تین، اور شہری و ضلعی پارٹیوں میں ہر تین میں سے دو سیکریٹری خصوصی تکنیکی، معاشی اور زرعی مہارت حاصل کیے ہوئے ہیں۔ یہ جہاں ایک طرف فائدہ مند ہیں دوسری طرف ان میں سیاسی تجربہ کی بہت کمی ہے۔

☆...... پارٹی کے رہنما اداروں اور نچلی تنظیموں کے تعلق کی بنیاد جمہوری مرکزیت کا اصول ہے۔ سینٹرل کمیٹی اپنی تمام تنظیموں کو تنظیمی نظریاتی، داخلی اور خارجہ پالیسیوں پر ہدایات دیتی رہتی ہے اور نچلی تنظیموں کی اطلاعات سے فائدہ اٹھاتی رہتی ہے۔

☆...... پارٹی میں تنقید اور خود تنقیدی کو دبانے کی کوشش بھی قابل مذمت ہے۔

☆...... پارٹی کے نظریاتی کارکنوں اور سیاسی تعلیم کو بہتر بنانے کا کام جس کے بارے میں

سینٹرل کمیٹی نے 26 اپریل 1979 میں فیصلہ لیا دراصل اس میدان میں تشکیل نو کا کام ہے۔ ہمارے (ا) ماس ورک کے طریقے قدامت پسند اور منجمد ہو گئے ہیں۔ پارٹی اسکول میں نظریاتی تعلیم کا عملی مسائل سے کوئی تعلق نہیں رہا۔

(ا)۔Mass

اقتصادی ترقی اور سیاسی رہنمائی

اسٹالن سے برژنیف تک کا دور تین حصوں پر تقسیم کیا جاتا ہے۔ پہلا دور اسٹالن کی شخصیت پرستی کا دور ہے۔ دوسرا حصہ شخصیت پرستی کے خلاف خروشچیف کی مہم کا دور ہے اور تیسرا حصہ پارٹی میں اور حکومت میں ان لوگوں کے اقتدار کا دور ہے جو شخصیت پرستی کے خلاف مہم کو کمزور کرنے اور پارٹی میں مرکزیت پر زیادہ سے زیادہ زور دینے کی کوشش کررہے تھے۔

ہم یہاں جس بات کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ لینن کی وفات کے بعد ابتدائی چند سالوں کو چھوڑ کر اسٹالن کا پورا دور پرولتاریہ کی ڈکٹیٹر شپ کے نام پر شخصی آمریت کا دور ہے اور پارٹی کی سیاسی رہنمائی کی تمام قوتیں ایک شخص میں مرتکز ہوگئی تھیں لیکن اقتصادی اور معاشی میدانوں میں، صنعت میں، زراعت میں، تعلیم میں ایک نئے سماج کی تخلیق میں اور جنگ عظیم کے بعد نئی تعمیر کے معجزے دکھانے میں اس پورے دور کی ترقی کی مثال مشکل سے ملے گی۔ واضح رہے کہ دوسری جنگ عظیم میں سوویت روس میں دو کروڑ آدمی مرے تھے اور 1710 شہر اور قصبے اور ستّر ہزار (70000) سے زیادہ دیہات جل گئے تھے۔ اکتیس ہزار آٹھ سو پانچ (31,805) صنعتی ادارے مکمل طور پر تباہ و برباد ہوگئے تھے' پینسٹھ ہزار (65,000) کلومیٹر ریلوے لائن اور چار ہزار (4000) ریلوے اسٹیشن، چوراسی ہزار (84,000) اسکول اور تینتالیس ہزار (43,000) پبلک لائبریریاں بالکل تباہ ہوچکی تھیں۔

سوویت عوام نے اتنی تباہی کے کھنڈرات پر نئے سرے سے اقتصادی ترقی اور قومی یکجہتی کی شاندار عمارت تعمیر کی۔

خروشچیف کے دور میں جبکہ شخصیت پرستی کے خلاف زبردست مہم چلی اور جمہوریت کو پارٹی میں بھرپور طریقے سے رائج کرنے کی کوششیں ہوئیں۔ اقتصادی ترقی کا گراف کم نہیں ہوا بلکہ ترقی کی شرح اسی رفتار سے آگے بڑھتی رہی اور زراعت کی ناکامی کا جو الزام خروشچیف کے سر ہے اس میں ممکن ہے کہ کسی حد تک سچائی بھی ہو لیکن یہ بھی حقیقت ہے کہ خروشچیف کی زرعی پالیسیوں میں برژنیف کے زمانے میں کوئی بڑی تبدیلی نہیں آئی اور خود خروشچیف نے اقتدار سے ہٹنے سے چند ماہ پہلے جو اعداد و شمار سپریم سوویت کے اجلاس میں پیش کیے تھے وہ ترقی کے گراف کو آگے بڑھتا ہوا دکھاتے ہیں یعنی اس پورے دور میں اگر 1945ء کو اکائی مان لیا جائے تو 1950 میں اس کی شرح 1.9` 1960ء میں 5 اور 1970ء میں 9.8 یعنی تقریباً دگنی کی بنیاد پر بڑھ رہی ہے۔

برژنیف کا دور ہر لحاظ سے خروشچیف کے دور سے مختلف تھا۔ برژنیف کا اہم کردار یہ تھا کہ اس میں خروشچیف کی چلائی ہوئی شخصیت پرستی کے خلاف مہم کو غیر موثر کرنے کی بہت بھرپور کوشش کی گئی اور مرکزیت پر زور دے کر شخصی آمریت کی باقیات کو مضبوط کیا۔ ستائیسویں کانگریس کی رپورٹ سے جو اقتباسات ہم نے اوپر دیے ہیں ان سے یہ بات کھل کر سامنے آتی ہے کہ سیاسی رہنمائی اور پارٹی کے رول نے کسی بھی صورت میں جمہوریت کے عناصر کو سر اٹھانے کا موقع نہیں دیا۔ ایک آدھ جگہ تبدیلی کی ضرورت کا اعتراف کیا ہے لیکن نظر انداز کرنے والے لہجے میں۔ برژنیف نے مرکزی پلاننگ، ہدایات اور احکامات کے ذریعہ عمل اور پارٹی کے کیڈر اور تنظیموں کے Initiative کو کچل کر پارٹی کی حکمرانی کو جاری رکھا۔

خروشچیف نے جمہوریت کے لیے پارٹی میں جو راستے کھولے تھے برژنیف نے ان کو بند کرنے کی کوشش کی لیکن یہ کریڈٹ خروشچیف کو جاتا ہے کہ اس نے شخصیت پرستی کی طرف واپس لوٹنے والے راستوں کو اس طرح بند کردیا تھا کہ برژنیف اور اس کے رفقاء بھرپور کوششوں کے باوجود ان راستوں پر پارٹی کو دوبارہ نہیں لے جاسکے۔

جو بات ہمیں واضح فرق کے ساتھ نظر آتی ہے وہ یہ ہے کہ برژنیف کے دور میں اقتصادی

ترقی کی شرح گھٹنا شروع ہوئی اور یہ پورا 18 سالہ دور اسی کیفیت کا شکار رہا ہے۔

دیکھنے کی بات یہ ہے کہ اقتصادی ترقی کی شرح اور پارٹی کے طرزِ حکومت کے درمیان کوئی براہ راست تعلق نظر نہیں آتا۔

ایک کٹر شخصی آمریت کا دور اقتصادی اور سماجی ترقی میں معجزے دکھاتا ہے دوسرا جمہوریت کی طرف واپس پلٹنے کا دور اقتصادی ترقی کی پہلے والی بڑھتی ہوئی شرح کا ہی مظاہرہ کرتا ہے لیکن تیسرا شخصیت پرستی کی طرف پلٹنے کی کوشش کا دور اقتصادی ترقی کا گراف گرتا ہوا دکھاتا ہے۔

لہذا یہ بات کہنا کہ سیاسی رہنمائی میں خرابیوں کی بنیاد پر اقتصادی ترقی کا عمل بہت متاثر ہوا اور ترقی کا گراف محض اس وجہ سے نیچے گرا کہ پارٹی نے اقتصادی، انتظامی طریقوں میں آمرانہ احکامات، بیوروکریسی کے طریقے، سرخ فیتہ، اجرتوں کی مساوات اور اسی قسم کے طریقے رائج ہونے دیئے، پوری سچائی نہیں ہے۔ گورباچوف نے اقتصادی ترقی کی شرح کم ہونے اور اقتصادی انتظامی پلاننگ اور خرابیوں کے حوالے سے یہ کہا ہے کہ تبدیلی کا عمل، خاص کر اقتصادی میدان میں بہت پہلے سے شروع ہونا چاہیے تھا لیکن سیاسی رہنماؤں کی موضوعی سوچ کی بنا پر انہیں اس تبدیلی کی ضرورت کا احساس نہیں ہوا۔ گورباچوف کا اشارہ پارٹی لیڈروں کی اس عجلت پسندانہ اور ایک حد تک مبہم جو سوچ کی طرف ہے جو کمیونزم کے دور کو فوری اگلا قدم NEP یا اور پنچ سالہ منصوبے کے بعد قرار دیتے تھے یعنی پارٹی میں نظریاتی طور پر یہ سوچ جگہ جگہ نظر آتی ہے کہ ہم نے سوشلزم کے تمام ہدف مکمل کر لیے ہیں اور اب فوری طور پر سماج کو ایک کمیونسٹ سماج میں تبدیل کیا جانا چاہیے۔

''دوسرا پارٹی پروگرام'' اس سوچ کا واضح مظہر ہے۔ اس سوچ کے نتیجے میں معروضی حقیقتوں کو پارٹی میں نظر انداز کر دیا گیا اور سوشلزم کا جو طویل راستہ ہے اسے بھلا کر شارٹ کٹ طریقے اختیار کرنے کی کوشش کی گئی اور غلط نظریات کو پروان چڑھانے کی کوششیں کی گئیں۔ اس پر طرّہ یہ ہوا کہ پارٹی لیڈر کی شخصیت کا اتنا بڑا بت بنا دیا گیا جس کے سائے میں کسی کی بھی سوچ کے

ابھرنے کا کوئی موقع نہیں تھا۔ لہذا جب پارٹی لیڈر نے کہا کہ ''سوشلزم میں قانون قدر کی یا مارکیٹ اکانومی کی کوئی گنجائش نہیں ہے۔'' تو یہاں سے وہاں تک سب نے اس پر آمناً صدقناً کہا۔ یہی موضوعی سوچ اس بات میں بھی کارفرما تھی کہ عالمی امن کے مسئلے کو بھرپور توجہ دیتے ہوئے ملک کے اقتصادی منصوبوں پر سوائے دفاع کے تمام کوششیں کم کر دی گئیں۔

(۱) گورباچوف کی اس رائے سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اقتصادی میدانوں میں جو خرابیاں پیدا ہوئیں مثلاً انجینئرنگ کے اور بھاری صنعتوں کے شعبوں میں ہدف پورا نہ ہونے، پیداوار میں فی کس توانائی اور خام مال کے زیادہ (Inputs) اور اس کے مقابلے میں کم (Output) کا ہونا وغیرہ کی اصل وجہ یہ تھی کہ اقتصادی انتظامی امور میں جن بنیادی تبدیلیوں کی ضرورت تھی وہ نہیں کی گئیں۔

اقتصادی انتظامی تبدیلیوں یعنی بہتر پلاننگ معاشی (Manager)، منیجر کو زیادہ آزادی، عام ورکر کو تنقید کا اور رائے کا برملا اظہار کرنے کی آزادی، فیکٹری یا کارخانہ کو مارکیٹ میکنزم سے ہم آہنگ کرنے کی ضرورت، چھوٹے پیداوار کرنے والوں کی ہمت افزائی وغیرہ کو بنیادی طور پر سیاسی اور سماجی تبدیلیوں میں شمار نہیں کیا جاسکتا جبکہ ان تبدیلیوں کو نافذ کرنے کی ذمہ داری اس سیاسی رہنما طاقت پر عائد ہوتی ہے جو اس سسٹم کو کنٹرول کرتا ہے۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ان تبدیلیوں کی ضرورت کیوں پیش آ رہی ہے یعنی ان تبدیلیوں کا منبع کہاں ہے؟ زیادہ واضح طور پر نچلی سطح پر اداروں کو کارخانوں، فیکٹریوں کو پیداوار، تنظیموں اور مارکیٹنگ کے شعبوں میں خود مختاری دینے کی، ریاستی اور اجتماعی فارموں کو اپنے ہدف خود مقرر کرنے کی اور اعلیٰ سطح کے اداروں کو عدم مرکزیت کی طرف لے جانے کی ضرورت کیوں پیش آئی؟ یہ تبدیلیاں بنیادی طور پر اقتصادی پیداواری عمل سے تعلق رکھتی ہیں۔

---

(۱) میخائل گورباچوف ایک سوویت اور روسی سیاست دان تھے جنہوں نے 1985 سے 1991 میں ملک کی تحلیل تک سوویت یونین کے آخری رہنما کے طور پر خدمات انجام دیں۔

ہم اس بات کا جائزہ لینا چاہتے ہیں کہ آخر وہ کون سے عوامل ہیں جو ان کے پیچھے ہیں؟ اور کس جگہ پر پیداواری رشتوں اور پیداواری طاقتوں کے درمیان عدم مطابقت یا عدم توازن پیدا ہوا ہے جس کو درست کرنے کے لیے پیداواری رشتوں کی یہ تبدیلی ناگزیر ہوگئی ہے؟ کیا یہ تبدیلی واقعی پیداواری رشتوں کی تبدیلی ہے؟ یا پیداواری طاقتوں کا ایسا Adjustment جو ایک ہی سسٹم کے اندر ہوتا رہتا ہے اور یہ کہ کیا پریستورائیکا صرف ان اقتصادی انتظامی تبدیلیوں تک محدود ہے یا ان کے ساتھ پورے سماج کی Re-Structuring پر محیط ہے یعنی سیاسی رہنمائی کی موضوعی سوچ اور سماجی فرسودہ پن کو ختم کرنے کے عمل میں اس کا حصہ ہے اور یہ کہ پریستورائیکا ان تبدیلیوں میں اولیت کسے دیتا ہے؟

تاریخ کی جدلیات ہمیں بتاتی ہے کہ کسی سماج کی بنیاد اس کا پیداواری نظام ہوتا ہے اور اس کے سیاسی وسماجی نظام کا ڈھانچہ انہی بنیادوں پر کھڑا ہوتا ہے سرمایہ دارانہ پیداواری نظام کی بنیاد پیداواری قوتوں کی اس تیز رفتار ترقی سے پڑی جس نے جاگیرداری کے نہ صرف اقتصادی ڈھانچے پر ضرب لگائی بلکہ جاگیرداری کے ان تمام سیاسی اور سماجی رشتوں اور ڈھانچہ کو بکھیر دیا جو نئے پیداواری تعلقات سے جن کے پیچھے نئی پیداواری طاقتیں پشت پناہ تھیں، سے ہم آہنگ نہ تھیں۔ سرمایہ دارانہ نظام کے بنیادی تضاد یعنی سماجی پیداوار اور انفرادی ملکیت کے تضاد نے ان پیداواری طاقتوں کی پشت پناہی کے بل پر جو سرمایہ داری کی حدود توڑ رہی تھیں ایسے پیداواری تعلقات کو جنم دیا جو مزدور طبقہ کے اعلیٰ ترین سیاسی شعور کی شکل میں ظاہر ہوئے اور جنہوں نے سماج کے اندر طبقاتی کشمکش کو شعوری طور پر سماجی تبدیلی کی بنیادی قوت بننے میں مدد دی۔ جاگیردارانہ سماجی نظام کی حدود توڑنے سے پہلے سرمایہ داری کی مضبوط پیداواری طاقتوں کا وجود ضروری تھا یعنی جاگیرداری کو ایک زوال پذیر اور ختم ہوتے ہوئے نظام کی شکل میں ابھرتی ہوئی سرمایہ دارانہ پیداواری طاقتوں کا حملہ برداشت کرنا پڑا جبکہ 1917ء کا سوویت انقلاب اس وقت ظہور پذیر ہوا جس وقت سرمایہ داری نظام، سامراجی نظام کی شکل اختیار کر رہا تھا اور ایک انتہائی مضبوط عالمی

نظام کی حیثیت سے قائم ہو رہا تھا۔ تاہم یہ صحیح ہے کہ اگر عالمی سرمایہ داری کو نوآبادیات کا سہارا نہ ہوتا تو ایک محدود اور بند نظام کی حیثیت میں اس کی زوال پذیری واضح ہو جاتی۔ یہ تاریخ کا ایک عجیب واقعہ ہے کہ تمام سماجی نظاموں کی پیدائش کے برخلاف سوشلسٹ انقلاب نے ایک مضبوط اور توانا سرمایہ داری نظام کے بطن سے جنم لیا جس کی وجہ طبقاتی شعور کی وہ طاقت ہے جو مزدور طبقے کے متحدہ عمل کے ذریعے ایک مضبوط نظام کی کمزور ترین کڑی کو ڈھونڈ لیتا ہے اور اسے توڑ دیتا ہے۔

1917ء کے انقلاب نے بنیادی پیداواری رشتوں کو بدل دیا یعنی ریاست کے تمام ذرائع پیداوار کو مزدوروں کے قبضے میں دے دیا۔ ذرائع پیداوار کی ذاتی ملکیت ختم کر دی اور چھوٹے پیمانے پر پیداوار کرنے والوں کو سوشلسٹ Ownership کے دھارے میں سمو دیا۔ پیداواری رشتوں کی یہ شکل انقلاب کے بعد سے آج تک قائم ہے اس شکل میں مزدوروں، کسانوں، چھوٹے دستکار، کو آپریٹیوز میں کام کرنے والے، اجتماعی فارم میں کام کرنے والے کسان، ان سب کی مشترکہ ملکیت سوشلسٹ ذرائع پیداوار کو قرار دیا گیا۔ یہ شکل ابھی تک موجود ہے اور اس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ سوشلزم کے بنیادی فلسفے کی اطلاقی شکل میں کوئی تبدیلی نہیں آئی۔ پریستورائیکا کی حالیہ تبدیلیوں سے بھی پیداواری رشتوں میں کسی تبدیلی کا عندیہ نہیں ملتا۔

پریستورائیکا کے لیے انقلاب کی اصطلاح استعمال کرنے کی تشریح کرتے ہوئے کامریڈ گورباچوف نے کہا کہ فیصلہ کن تیز رفتاری سے سوویت سوسائٹی میں سماجی، معاشی اور تہذیبی تبدیلیاں جو ایک نئی کیفیت کے سماج کی تشکیل کریں، بلاشبہ ایک انقلابی عمل ہے۔ اکتوبر انقلاب کے بعد، اس کے تسلسل میں یہ دوسرا بڑا انقلاب ہے جو سوشلسٹ انقلاب کو مکمل کرنے کی ایک کڑی ہے۔ گورباچوف نے لینن کا حوالہ دیا کہ ہر انقلاب کو مکمل ہونے کے لیے مرحلہ وار جدوجہد سے گزرنا ہوتا ہے اور ہر مرحلہ اپنی علیحدہ خصوصیات رکھتا ہے۔ مثال کے طور پر کلاسیکی سرمایہ دارانہ انقلاب کے ملک فرانس کے عظیم انقلاب 93-1789 کے مقاصد کی تکمیل 1830ء، 1848ء اور

1871ء کے انقلابوں کے ذریعہ ہوئی۔ برطانیہ میں 1649ء کے انقلاب میں ابھرنے والے بورژوازی کو 1688-89ء انقلاب کے بعد ہی طاقت حاصل ہوسکی جرمنی کے سرمایہ دارانہ انقلاب کی تکمیل 1848ء، 1860ء، 1918ء کے انقلابوں کی مرہون منت تھی (صفحہ 49) (ا)

پریستورائیکا ایک انقلابی قدم ہے کیونکہ سوشلزم کی ترقی میں یہ تدریجی ارتقا کا نہیں بلکہ ''جست'' کا مرحلہ ہے۔ یہ ایک ایسا انقلاب ہے جسے اوپر سے نافذ کیا گیا ہے۔ کمیونسٹ پارٹی جو برسراقتدار ہے اس انقلاب کی رہنما ہے اور سماج میں انقلابی تبدیلیوں کی ناگزیریت کے پیش نظر اس کی محرک ہے۔ یہ انقلاب سماج میں طبقاتی کشمکش کے ذریعے نہیں آرہا ہے اور نہ ہی اس سے سماج کے پیداواری رشتوں میں کوئی تبدیلی آئی ہے۔

پریستورائیکا کو بحران سمجھنا بھی غلط ہے کم از کم ان معنوں میں جو مستعمل ہیں یعنی سماج میں ایک ایسی ہلچل اور زلزلہ کی سی کیفیت جس کا واضح مقصد اور منزل سامنے نہ ہو مثلاً سرمایہ داری کے بحران کیا رخ اختیار کرتے ہیں؟ اور کیا نتائج پیدا کریں گے؟ اس کا تعین نہیں ہوتا جبکہ پریستورائیکا اپنے متعین مقاصد، ہدف اور تبدیلیوں اور منزل کا واضح شعور رکھتا ہے لہٰذا بحران کے بجائے انقلاب سے زیادہ ہم آہنگ ہے۔

پریستورائیکا کے تحت Socialist ownership کا احساس عوام کی نچلی سطح تک لے جانا اور ان کی ذمہ داری بنا دینا ۔پچھلی صورت حال سے اس حد تک مختلف ہے کہ

اب عوام پیپلز لوکل گورنمنٹ (لوکل سوشلسٹ گورنمنٹ) بنانے کی طرف بڑھ رہے ہیں جبکہ پچھلی صورت حال میں مرکزیت کی بنا پر عوام میں سوشلسٹ ملکیت کو اپنی ملکیت سمجھنے کا احساس موجود نہیں تھا اصل میں یہ سوشلائزیشن کو زیادہ مرتکز کرنے کا یا گہرا کرنے کا عمل ہے۔

عالمی سامراج بھی اس بات پر مجبور ہوگیا ہے کہ اپنے گہرے ہوتے ہوئے بحرانوں سے

(ا) (Prestorika- Gorbachev- 1987)

نجات حاصل کرنے کی کوشش کرے سرمایہ دارانہ نظام کا یہ تضاد یعنی اجتماعی پیداوار کے مقابلے میں انفرادی ملکیت کا تضاد صرف اسی شکل میں حل ہوسکتا ہے کہ ملکیت کو زیادہ سے زیادہ اجتماعی بنایا جائے۔ عالمی سامراج اس سوشلائزیشن کو مزدور طبقے کے، اپنے عوام کے، تیسری دنیا کے ممالک کے عوام کے استحصال میں شدت پیدا کرنے کے لیے استعمال کرتا ہے جبکہ سوشلائزیشن کا وہ عمل جو سوویت روس میں اب خاص طور پر پریستورائیکا کے تحت نظر آرہا ہے۔ اقتصادی سطح پر بھی قطعی مختلف اور انتہائی بلند درجے پر ہے۔

جس طرح سوشلائزیشن کا عمل سرمایہ دارانہ نظام میں پیداواری رشتوں میں کسی تبدیلی کو ظاہر نہیں کرتا اسی طرح سوشلائزیشن کا عمل اپنی کسی بھی اعلیٰ سطح پر سوشلزم میں پیداواری رشتوں میں کسی تبدیلی کا اظہار نہیں کرتے۔ سوشلسٹ سماج میں پیداوار جن عوامل کی شکل میں ابتدا میں ظاہر ہوتی ہے وہی معمولی کمی بیشی کے ساتھ سوشلزم کے حدوں تک باقی رہتی ہے اور عوامل کا یہ تناسب کسی بنیادی تبدیلی کے بغیر چلتا رہتا ہے لہٰذا یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ پریستورائیکا کا عمل پیداواری رشتوں میں کسی تبدیلی کو ظاہر نہیں کرتا بلکہ زیادہ صحیح طور پر پریستورائیکا Adjusment کا عمل ہے جسے سوشلسٹ سماج کے پیداواری رشتوں اور پیداواری طاقتوں کے درمیان عدم مطابقت کو دور کرنے کے لیے ایسے اقدامات کرنا ہیں جو ان دونوں کی سطح کے درمیان فرق کو ختم کرسکے۔

یہ فرق اس بنا پر پیدا ہوا کہ اقتصادیات یا پیداواری قوتیں جس ہدف کا مطالبہ کررہی تھیں کہ ان تک انھیں منظّم کرنے والی طاقتیں نہیں لے جا پارہی تھیں اس کی کیا وجہ تھی اگر ہم یہ فرض کرلیں کہ پیداواری طاقتوں کی سطح وہی تھی جو 1970ء میں تھی، افرادی قوت، قوت محنت کی استعداد، خام مال کے وسائل، توانائی کی مقدار، مشینوں کی پیداواری صلاحیت اور معیار یہ سب فرض کرلیں کہ 1970ء کی یا نویں پنج سالہ پلان کی سطح پر تھی تب اس صورت میں ترقی کی شرح کا معینہ ہدف حاصل کرنا مشکل نہیں تھا کیونکہ اقتصادی انتظامی مہارت کی سطح ان حالات سے ہم آہنگ تھی اور

شرح ترقی کے ہدف کو پورا کرنے میں مکمل مدد دے رہی تھی نہ صرف یہ بلکہ جیسا کہ ہم پہلے کہہ آئے ہیں سیاسی رہنمائی کا معیار بھی کسی قسم کی تبدیلی کے بغیر انہی اہداف کو پورا کر رہا تھا۔

بات اصل میں یہ تھی کہ اس دوران میں ایک انقلاب جنم لے رہا تھا جس نے نہ صرف کمیتی بلکہ کیفیتی طور پر پیداوار کے پورے سسٹم کو بے انتہا تیز رفتار اور متنوع بنا دیا تھا۔ یہ انقلاب سائنسی اور تکنیکی انقلاب ہے اس نے ایک طرف تو پیداواریت کو آٹومیشن سے آگے نکال دیا مشینوں کو اتنا تیز رفتار کر دیا کہ جواب بھی ناقابل یقین نظر آتا ہے مثلاً ایک کمپیوٹر ایک سیکنڈ میں ایک بلین ٹرانزیکشنز کرتا ہے۔ مشینوں کو تیز رفتار کرنے کے علاوہ ایسی ایجادات کیں جنھوں نے مشینوں کی ساخت میں تبدیلیوں کے ذریعہ ان کو مختصر کم جگہ گھیرنے والا اور زیادہ بڑی کارکردگی دکھانے والا کر دیا مثلاً ایک ٹرانزسسٹر جو ایک انچ سے ڈیڑھ انچ لمبائی اور انگلی کی موٹائی رکھتا ہے 789 پرزوں کا بدل ہے جو پورے کمرے کی جگہ گھیرتے تھے۔ اس انقلاب نے نئی دھاتوں کا ایک ایسا انبار پیدا کر دیا ہے اور کرتی جارہی ہے کہ جو اپنے استعمال اور کیفیت میں حیرت انگیز ہے، پلاسٹک، مصنوعی ریشہ، کئی لاکھ ڈگری درجہ حرارت پر ڈھلنے والا شیشہ، بلٹ پروف شیشہ اور ہزاروں کی تعداد میں ایسے Alloys جو وزن میں انتہائی ہلکے لیکن دباؤ برداشت کرنے میں انتہائی مضبوط اور محفوظ ہوتے ہیں۔

یوں تو آلات پیداوار میں انقلابی تبدیلیاں کرتے رہنا خود سرمایہ دارانہ نظام کی فطرت ہے اور سرمایہ دارانہ ترقی کا بنیادی تقاضا بھی ہے جس کے بغیر سرمایہ داری خود کو زندہ نہیں رکھ سکتی لیکن سائنسی اور تکنیکی انقلاب پیداواریت کے شعبے میں ایک ایسا انقلاب ہے کہ جس نے نہ صرف آلات پیداوار بلکہ کل ذرائع پیداوار کو تبدیل کر دیا ہے۔ مشینری Input، استعداد محنت، پیداوار کی رفتار، طلب کی نوعیت، تقسیم محنت اور ان سے متعلق تمام تقاضوں کو ایک نئی اور اعلیٰ سطح پر لے گیا ہے یہ انقلاب نہ صرف سوویت روس بلکہ عالمی سرمایہ دارانہ نظام میں بھی یکساں اثر انداز ہوا ہے۔ یہ کہنے میں کوئی باک نہیں کہ انقلاب کے پہلے مظاہر امریکہ میں ظاہر ہوئے۔

اس انقلابی صورت حال کا نتیجہ یہ ہوا کہ آج ایک دن کی پیداوار چند سال پہلے کی بیس دن کی پیداوار کے برابر ہے جدید مشینری کے اور حالات کار کے معیار پر بیس گنا پیداوار کا تقاضا یہ ہے کہ بیس گنا زیادہ خام مال کی کھپت چاہیے، بیس گنا زیادہ تیزی سے فیصلے لینے کی ضرورت ہے۔ صرف پیداوار کی رفتار بیس گنا نہیں ہوئی بلکہ نئی اشیاء کی ورائٹی میں بھی بیس گنا سے کہیں زیادہ اضافہ ہوا اور منڈی کی طلب اور لوگوں کے مذاق میں بھی اسی انداز سے تبدیلی آئی۔

ہم اس نتیجے پر پہنچتے ہیں کہ پریستورائیکا کی ضرورت کی وجہ حقیقتاً وہ انقلابی تبدیلیاں ہیں جو پیداواری قوتوں میں رونما ہوئی ہیں اور جن کے مطالبوں سے خود کو Adjust کرنے میں اقتصادی، انتظامی مہارت ناکام رہی اور ملک کی سیاسی رہنما طاقتیں ان تبدیلیوں کا احساس نہیں کر سکیں۔

لہٰذا اب ہم اس بات بحث کریں گے کہ پریستورائیکا کی ماہیت، سوویت پارٹی اور اس کے رہنما کے الفاظ کے مطابق کیا ہے اور اس کے کیا کیا مضمرات ہیں اور حالیہ تبدیلیوں سے اس کا کیا رشتہ ہے۔

پریستورائیکا کیا ہے؟

مندرجہ بالا تفصیلات کے پیش نظر پریستورائیکا ایسے اقدامات کا مجموعہ ہے جو اس صورت حال کی مکمل اصلاح کر سکیں جن خرابیوں کی نشاندہی کی گئی ہے ان کا دائرہ سماجی زندگی کے ہر شعبے میں پھیلا ہوا ہے سیاسی رہنمائی، اقتصادی مسائل، دفاع، ادب، فنون لطیفہ، تعلیم، صحت، دیہی وشہری زندگی سب جگہ ان کی جڑیں پھیلی ہوئی ہیں پھر یہ کہ تمام شعبوں کے ایک دوسرے سے منسلک اور ایک دوسرے پر منحصر ہونے کی وجہ سے یہ خرابیاں بھی ایک دوسرے سے سہارا اور مضبوطی حاصل کرتی ہیں لہذا ان کا ایک دوسرے سے تعلق میں تجزیہ کرنے سے ان کی گیرائی اور گہرائی کا صحیح اندازہ ہوتا ہے۔

جو تبدیلی تشکیل نو کے نام پر 27ویں کانگریس نے تجویز کی ہے گورباچوف کے الفاظ میں اس کا مقصد یہ ہے:

''تشکیل نو کا مقصد جمود اور ٹھہراؤ کے خلاف فیصلہ کن قدم اٹھانا، رکاوٹوں کو ختم کرنا اور ایک قابل اعتماد کارکردگی کا ایسا مظاہرہ جو سوویت سوسائٹی کی سماجی اور معاشی ترقی کی رفتار کو تیز رفتاری دے سکے۔ اس حکمت عملی کا اہم مقصد سائنسی و تکنیکی انقلاب کے حاصلات کو منصوبہ بند معیشت سے جوڑنا اور سوشلزم کو پوری طاقت سے آگے بڑھانا ہے۔''

''تشکیل نو اعتماد کا اظہار ہے عوام کی تخلیقی صلاحیتوں پر، جمہوریت اور سوشلسٹ سیلف گورنمنٹ کے پھیلاؤ پر، عوام کی خود منظم کردہ سرگرمیوں اور محرکات پر، بہتر نظم وضبط، کھلا پن اور

پبلک لائف کے ہر شعبہ میں تنقید اور خود تنقیدی اور فرد کے وقار اور عزت پر۔''

''تشکیل نو کا مقصد سوویت معاشی ترقی میں مرتکز پیداوار کے عناصر Intensive Growth Factors کا زیادہ بڑا کردار، قومی معیشت کے انتظام میں جمہوری مرکزیت کے لیننی اصول کا بھرپور اطلاق، لاگت کی کفایت کے اصول کا اطلاق، انتظامیہ کو حاکمانہ اور فرامین کے ذریعے چلانے کی مذمت، قومی معیشت کے تمام یونٹوں کو لاگت کے موثر ہونے کے اصول سے ہم آہنگ کرنا، محنت اور پیداوار کی نئی تنظیمی شکلیں ڈھالنا اور اعلیٰ کارکردگی اور ایجادات وتجاویز کے لیے زیادہ سے زیادہ ترغیبات''

''تشکیل نو کا مقصد سائنس اور پیداواری عمل میں زیادہ بہتر اور عملی رشتہ جوڑنا تاکہ بہترین پیداواری نتائج حاصل ہو سکیں، اداروں کو مستحکم سائنسی بنیادوں پر کھڑا کیا جائے۔ سوسائٹی کے بدلنے کے عمل میں سائنسدانوں کی دلچسپی اور تعاون حاصل کیا جائے اس کا مقصد سائنس کی ترقی، تحقیق میں مصروف کارکنوں کی تعداد میں اضافہ اور سماجی تبدیلی کے عمل میں ان کا بھرپور تعاون حاصل کرنا۔''

''تشکیل نو کا مقصد ترجیحی بنیادوں پر سماجی ترقی اور سوویت عوام کے لیے بہتر سے بہتر کام کے اور رہن سہن کے حالات۔ تفریحی سہولتیں۔ تعلیم اور صحت کی سہولتیں فراہم کرنا ہے۔ ہر فرد اور پورے سماج کی شعوری اور تہذیبی سطح بلند کرنا اور پبلک لائف کے اہم مسائل اور لوگوں کی فوری دلچسپی کے مسائل پر فیصلے لینے کی صلاحیت کو پروان چڑھانا۔

تشکیل نو کا مقصد سوسائٹی میں سے سوشلسٹ اخلاقیات کے انحراف کو ختم کرنا، سماجی انصاف کا عالمی معیار قائم کرنا، قول وفعل کا تضاد دور کرنا، فرائض وحقوق کی یکجائی، ضمیر کی آزادی، کام کا اعلیٰ معیار قائم کرنا، تنخواہوں کی مصنوعی مساوات اور رجحان صرف روکنا ہے۔

(اقتباس: تقریر گورباچوف مکمل اجلاس سینٹرل کمیٹی 28-27 جنوری 1987ء)

گورباچوف کی تقریر کا یہ حصہ مختصر الفاظ میں پریستورائیکا کے داخلی کردار کی بہترین تشریح ہے۔گورباچوف نے اپنی کتاب میں اور متعدد دوسری تقریروں میں ان ہی بنیادی نکات کی بار بار تشریح کی ہے۔

ان نکات میں اس بات کا احساس بہت نمایاں ہے کہ سائنسی اور تکنیکی انقلاب کے اطلاق میں ،مشینری کو جدید بنانے میں ،معاشی ترقی کی رفتار کو تیز کرنے کے معاملے میں شدید رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا ہے اور پریستورائیکا کا مقصد نہ صرف اس جمود کی کیفیت کو توڑنا ہے بلکہ STR(۱) کے حاصلات اور منصوبہ بند معیشت کے ملاپ سے سوشلزم کو پوری رفتار سے آگے بڑھانا ہے۔

گورباچوف نے کہا کہ ”تشکیلِ نو کا تصور اور اس کے متعلقہ مسائل آہستہ آہستہ ابھر کر آئے اپریل پلینری میٹنگ میں پارٹی اور ریاستی لیڈرشپ کے ایک گروپ نے معاشی صورتحال کا بھرپور تجزیہ شروع کیا۔ان کا یہ تجزیہ پریستورائیکا کی دستاویزات کی بنیاد ہے“

”پہلی فوری ترجیح معیشت کو صحیح خطوط پر لانا،نظم وضبط پیدا کرنا،تنظیم اور ذمہ داریوں کی سطح بلند کرنا اور جہاں پیچھے رہ گئے ہیں وہاں آگے آنا ہے“

جو کچھ کام کیا گیا ہے اس کے پہلے نتائج یہ ہیں کہ ”معاشی ترقی کی شرح کا گراف نیچے جانا بند ہو گیا ہے اور بہتری کی شکلیں بھی نظر آنا شروع ہو گئی ہیں۔“

”اصل ترجیحات معیشت کی مکمل ہیئتی تنظیمِ نو،مادی بنیادی کی نئی تعمیر،نئی ٹیکنالوجی سرمایہ کاری کی پالیسی میں تبدیلیاں اور اعلیٰ انتظامی معیار قائم کرنے میں ہیں ان سب کا ایک ہی مقصد ہے سائنسی و تیکنیکی ترقی کی تیز رفتاری“ (گورباچوف کی کتاب ”پریستورائیکا“ صفحہ 27)

یہ واضح ہو جانے کے بعد کہ پریستورائیکا کا تصور ہی معاشی بنیادوں سے ابھرا ہے پریستورائیکا کے عمل کو سمجھنے میں آسانی ہو جاتی ہے خاص طور پر اس کے وہ اندرونی رشتے جو سماج کی دوسری سرگرمیوں کو باہم باندھتے ہیں یہ ہمہ گیر عمل ہے۔سماجی زندگی کی گہرائیوں میں اترنے

---

(۱)۔STR سائنسی تکنیکی انقلاب(Scientific Technical Revolution)

والا عمل ہے ایک طرف تو یہ مرکزی ،ریاستی اور پارٹی کی لیڈرشپ ،مرکزی ادارے،سپریم سوویت،وزارتیں وغیرہ سے نچلی سطح کے ان اداروں تک ہر سطح پر ایک نئی سوچ اپنانے کا عمل ہے دوسری طرف اس نئی سوچ کی درستگی کی کسوٹی پارٹی اور نان پارٹی عوام کے آزادانہ عمل کو قرار دیا گیا ہے۔

واضح رہے کہ سوویت روس کی 27 کروڑ 63 لاکھ کی آبادی میں کمیونسٹ پارٹی کے ممبروں کی تعداد تقریباً دو کروڑ ہے سپریم سوویت میں جو کمیونسٹ پارٹی میں نمائندہ منتخب ہو کر آتے ہیں ان کا تناسب بقیہ ممبران سے 16.2 فیصد ہے۔اس طرح وسیع تر آبادی جو پارٹی ممبر نہیں ہے بلکہ ٹریڈ یونین،پیشہ ورانہ تنظیموں،کلچرل آرگنائزیشن،اجتماعی فارم،عورتوں کی تنظیموں،ینگ کمیونسٹ لیگ اور نوجوانوں کی تنظیموں اور متعدد ایسی دوسری تنظیموں میں منظم ہیں،کو نہ صرف مرکزی فیصلوں کو جانچنے بلکہ مقامی سطح پر بنیادی نوعیت کے فیصلے کرنے کا اختیار بھی حاصل ہو گیا اس اختیار کی ایک اہم خصوصیت کھلے پن کی پالیسی ہے،فیصلے،رویہ،Norms،ماضی کا کردار ان سب پر تنقید کا مکمل حق کسی انتقامی کارروائی کے خوف کے بغیر حاصل ہو گیا۔کھلے پن کی پالیسی تشکیلِ نو کے عمل میں تازہ ہوا کی مانند ہے۔کیونکہ تنقید کے حق کے بغیر پرانی کج رویوں کو دور کرنا ناممکن ہوتا۔

معاشی بنیادوں کی بات کرتے ہوئے خصوصی طور پر مشینری کو جدید بنانا' بھاری صنعتوں میں نئے سرے سے تنظیم اور سرمایہ کاری' انجینئرنگ میں ترقی کی نئی جہت' نئے اوزاروں کی فراہمی اور تحقیق اور تفتیش کے میدان میں مستند اور تیز ہونے کا تذکرہ اہم ہے۔معاشی میدان میں (۱)DECENTRALISATION اور سماجی شعبے میں (۲)POPULALRISM کی ترویج اس کا اہم حصہ ہے۔

---

(۱)DECENTRALISATION کسی سرگرمی یا تنظیم کے کنٹرول کو ایک کے بجائے متعدد مقامی دفاتر یا حکام کو منتقل کرنا۔

(۲)POPULALRISM۔مقبولیت

اصل میں سائنسی اور تکنیکی انقلاب کی حاصلات کا بھرپور استعمال سوویت روس نے اپنی دفاعی صنعتوں میں کیا۔ آواز کی حد رفتار توڑنے کے امکانات 1950ء یعنی اب سے تقریباً تیس سال پہلے ابھرے تھے۔ آج طیارے آواز سے سات گنا زیادہ تیز رفتار سے پرواز کر سکتے ہیں۔ فضائی سائنس میں اس انقلابی قدم کے بغیر انسان کے لیے خلاء میں جانے کا تصور بھی ناممکن ہے۔ سوویت روس نے اپنی خلائی ٹیکنالوجی دنیا کے کسی بھی اعلیٰ ترقی یافتہ ملک سے کم نہیں رکھی اس خلائی ٹیکنالوجی کی وسعت کا اندازہ اس کو درپیش مسائل مثلاً ایندھن، دھاتوں کے نئے مرکب جیسے کیڈیم ٹیٹنیم وغیرہ اوران کروڑوں ٹرانزکشن سے کیا جاسکتا ہے، ظاہر ہے سوویت روس نے چاند پر سب سے پہلے انسان کو اتارنے میں سائنسی اور تکنیکی انقلاب کے بغیر کامیابی حاصل نہیں کی۔

خلائی مہمات، خلائی شٹل، خلاء میں استعمال ہونے والا اسلحہ اور ایسے طیارے جو کہ رفتار کی حدیں توڑ رہے ہوں، روس میں سائنسی اور تکنیکی انقلاب کی توجہ کا مرکز رہے ہیں جبکہ عمومی صنعتی ترقی اور غیر دفاعی صنعتوں اور زراعت میں ان سے بہت کم فائدہ اٹھایا گیا۔ درحقیقت یہی وہ بنیادی کمزوری تھی جس کی وجہ سے سوویت روس نے معاشی اور سماجی میدانوں میں کمزوریاں دکھائیں۔

یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ جب تک معاشی اور اقتصادی میدان میں یکساں رفتار سے ترقی ہورہی تھی کمیونسٹ پارٹی کی روایتی رہنمائی خواہ شخصیت پرستی کا دور تھا، یا جمہوریت کا، کافی تھی اور ترقی کا گراف اوپر جارہا تھا لیکن جیسے ہی STR نے جگہ لینا شروع کی، پارٹی کی روایتی انداز کی رہنمائی کا دور ختم ہوگیا اور عملاً بھیانک خرابیاں سطح پر آنے لگیں جو STR کو نظرانداز کرنے کا نتیجہ تھیں۔

اس طرح پریستورائیکا کی بنیادیں صنعتی اور تکنیکی انقلاب میں پیوست ملتی ہیں حقیقتاً صنعتی اور تکنیکی انقلاب کو پوری طرح سمجھے بغیر پریستورائیکا کی انقلابی خصوصیات کو سمجھنا ناممکن ہے۔

پریستورائیکا کی جو تفصیلات کامریڈ گورباچوف کی تقریروں اور پارٹی کے ڈاکومنٹس سے ملتی ہیں وہ پریستورائیکا کی داخلی اطلاقی شکل کو واضح کرنے کے لیے کافی ہیں۔ لیکن جیسا کہ واضح ہے کہ پریستورائیکا سوویت روس کا اندرونی مسئلہ ہونے کی حد تک محدود نہیں ہے بلکہ اس کے اثرات عالمی سامراج، تیسری دنیا کے ممالک اوران سوشلسٹ بلاک کے دوسرے ممالک پر بہت گہرے مرتب ہوئے ہیں خاص طور پر پریستورائیکا کے تحت سوویت روس نے جو نئی پالیسیاں اپنائی ہیں انہوں نے متعدد اہم نظریاتی اور عملی سوالات کو جنم دیا ہے حتیٰ کہ خود سوشلزم کے بنیادی نظریات موضوع بحث بن گئے ہیں۔ لہٰذا پریستورائیکا کے عالمی اثرات کو سمجھنے کے لیے بھی سائنسی اور تکنیکی انقلاب کو سمجھنا ضروری ہے جس نے حقیقتاً پریستورائیکا کو جنم دیا ہے۔

سائنسی تکنیکی انقلاب

اٹھارویں صدی میں رونما ہونے والے سرمایہ دارانہ انقلاب کی بنیاد آلات پیداوار اور پیداواری محنت کی وہ ترقی تھی کہ جو فطرت کا اٹل قانون ہے سرمایہ داری نے آلات پیداوار کو مسلسل ترقی دے کر (جو اس کی زندگی کی لازمی ضرورت ہے) پیداوار اور سائنسی طاقتوں کے ایسے ایسے جن پیدا کر دیئے کہ جس کے بارے میں تعین کرنا مشکل تھا۔ اہرام مصر اپنی تعمیر کے دور کے لحاظ سے یقیناً بہت بڑا کارنامہ تھا جن میں کئی کئی ٹن کے پتھروں کو ہزار ہا غلاموں نے ہموار کر کے اور سینکڑوں میٹر کی بلندی تک پہنچایا۔ سرمایہ داری کی طاقت یہ ہے کہ وہ اس سے بڑا اہرام مکینیکل آلات یعنی کرین، بلڈوزر وغیرہ کے ذریعے نہایت کم وقت میں اور انتہائی کم قوت محنت کے ساتھ بنا کر کھڑے کر سکتی ہے۔ سرمایہ داری نے دستکاری کو مینوفیکٹریز اور پھر دیوہیکل کارخانوں میں بدل دیا، انفرادی کاریگر کو پرولتاریہ کی عظیم فوج کا جز بنا دیا، پوری دنیا کو ایک منڈی میں بدل دیا، عالمی تقسیم محنت کے ذریعے تمام دنیا کے وسائل اور پیداوار کو مربوط کر دیا۔ زندگی کے ہر شعبے میں ایک ایسا انقلاب پیدا کر دیا کہ جس نے انسان کی تمام پچھلی ترقی کو آج کے ایک لمحہ کے ہزارویں حصہ کے برابر کھڑا کر دیا، الیکٹرک اور الیکٹرونک آلات و مشینیں اور ان کی رفتار پیداوار اور کوالٹی میں ان کی حیران کارکردگی کا اظہار عام ہے، ذرائع آمدورفت نے فاصلے اتنے مختصر کر دیئے ہیں کہ مہینوں کا سفر گھنٹوں میں اور لاکھوں میل دور کی آوازیں لمحوں میں پہنچتی ہیں، زمین، فضاؤں اور سمندروں پر حکمرانی، سرمایہ داری کی طاقت کا کھلا ثبوت ہے۔ سرمایہ داری نے علوم وفنون کی

لاتعداد شاخیں قائم کیں اور کرۂ ارض کا کوئی گوشہ ایسا نہیں چھوڑا کہ جس کے بارے میں تحقیق وجستجو کے ذریعے نئے نظریئے پیش نہ کیے ہوں۔ سرمایہ دارانہ ترقی نے دھاتوں کے استعمال میں بھی اور نئی دھاتوں کی دریافت میں بھی زبردست ترقی کی۔

سرمایہ داری جب دنیا کی منڈی پر چھا رہی تھی تو اس نے مقابلے کے بجائے اجارہ داری کا روپ اختیار کیا اور خام مال کی درآمد اور تیار شدہ مال کی برآمد کے بجائے اپنی نو آبادیات کی کم اجرتوں اور سستے خام مال اور زمین کے زیادہ استحصال کے لیے سرمائے کی برآمد شروع کر دی یعنی اپنے سرمائے اور اپنی ٹیکنالوجی سے تیسری دنیا کے ممالک میں اپنی نگرانی میں صنعتیں قائم کیں تا کہ ان ممالک کی سستی لیبر اور سستے خام مال سے بھرپور فائدہ اٹھایا جا سکے اور وہاں کی تیار شدہ اشیاء انہی ممالک میں زیادہ مہنگے داموں بیچ کر زیادہ سے زیادہ منافع حاصل کیا جائے۔ سرمایہ داری کا یہ رخ سامراج کہلاتا ہے، یہ پیدا تو سرمایہ داری سے ہوا لیکن اپنی وسعت اور استحصال کی شدت میں وسائل کے ارتکاز میں، اور پیداواری طاقتوں کے کئی گنا آگے بڑھنے میں ابتدائی سرمایہ داری کو اس نے میلوں پیچھے چھوڑ دیا۔

سامراج کی یہ مجبوری کہ وہ اپنے سرمایہ کی برآمد کے ساتھ اپنی ٹیکنالوجی کو بھی (خواہ کتنی کم حد تک) برآمد کرنے پر مجبور ہے۔ تیسری دنیا اور غیر ترقی یافتہ ممالک کے لیے نیک شگون ثابت ہوئی، مثال کے طور پر ہندوستان میں ٹیکسٹائل کی صنعت اور پورے ہندوستان میں اپنے مفادات کے تحت ریل کا جال بچھانا وغیرہ۔

سامراج کی ترقی کے ساتھ ساتھ ٹیکنالوجی بھی آگے بڑھتی گئی۔ سامراج کے اربوں ڈالر کی تحقیق اور تفتیش پر اخراجات اس کی پیداواری طاقتوں کی ترقی کی ایک اہم بنیاد بن گئے یعنی وہ ترقی جو کارخانوں یا فیکٹریوں میں مشینوں کے استعمال کے دوران ابھر کر آتی تھی اب اسے علیحدہ کر کے ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کے شعبہ کے حوالے کر دیا گیا۔

یہ ایک بہت اہم تبدیلی یا واضح طور پر انقلابی قدم تھا۔ اب پیداواری طاقتوں کی ترقی کے

لیے اتفاقات اور حادثات کے ذریعے نئی ایجادات حاصل ہونے پر بھروسہ کرنے کی ضرورت نہیں رہی جو ایک آہستہ رو اور مرحلہ وار عمل ہے خاص طور پر نئی دھاتوں کی دریافت اور خام مال کے لیے نئے استعمال متعین کرنے کے لیے ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کے شعبہ نے یہ ذمہ داری قبول کرلی کہ پیداواری عمل کے ABSTRACTION کے ذریعہ، اگلے مرحلوں کے لیے خصوصیات اور تقاضے متعین کیے جائیں اور ان کے مطابق ایجادات کی جائیں مثلاً زمین پر خلاباز کی تربیت کے لیے خلائی ماحول پیدا کرنا۔ یہ بات ضروری نہیں رہی کہ کسی انسان کو خلاء میں بھیجا جائے اور اس کے تجربات کی بنیاد پر زمین پر خلائی ماحول پیدا کرکے تجربہ گاہ بنائی جائے، اس مرحلہ وار عمل کے بجائے خلائی تجربہ گاہ Simulator وغیرہ پہلے بنانا ممکن ہوگیا۔ جہاں پہلے خلاء باز کو تربیت دینا ممکن ہوگیا' ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کی یہ ترقی دو بنیادی تبدیلیاں لائیں، ایک تو یہ کہ ذرائع پیداوار میں ترقی کا عمل اتفاقی سے زیادہ ارادی ہوگیا، دوسرے یہ کہ عملی سے زیادہ نظریاتی شعبہ بن گیا۔ اس تبدیلی کے نتائج آج بہت واضح ہیں۔ کمپیوٹر ٹیکنالوجی میں ترقی کی رفتار اتنی تیز ہے کہ ایک کمپیوٹر لاکھوں پورے پورے سسٹم کو فی سیکنڈ تین ارب ٹرانزیکشن کے ذریعے کنٹرول کرتا ہے ۔ دوسری بات یہ کہ مثلاً (IBM) (۱) آئی بی ایم اپنا ایک کمپیوٹر مارکیٹ میں لاتی ہے لیکن اس سے پہلے کمپیوٹر اپنے استعمال کنندوں تک پوری طرح پہنچ کر تجربہ سے گزرے یہی کمپنی IBM پہلے سے بہتر ایک دوسرا کمپیوٹر مارکیٹ میں لے آتی ہے، یہ نیا کمپیوٹر تجربہ گاہ میں نظریاتی بنیادوں پر بنایا گیا ہے، نئے کمپیوٹر کا حشر بھی پہلے کمپیوٹر سے بہتر نہیں ہوتا اور اسے بہت کم مدت میں نئے کمپیوٹر کے لیے جگہ چھوڑنا پڑتی ہے۔ ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کی پیداواری عمل سے آزادی، سائنسی و تکنیکی انقلاب کی جانب پہلا قدم تھا۔

سائنسی اور تکنیکی انقلاب کی ابتدا دوسری جنگِ عظیم کے بعد ہوئی۔ جنگ کے خاتمے کے

---

(۱) آئی بی ایم۔ کمپیوٹر بنانے والی کمپنی

بعد تمام دنیا کے ممالک شدید تباہی سے دوچار تھے، خاص طور پر تباہی یورپی ممالک اور روس میں زیادہ شدید تھی ایشیائی اور شمالی افریقہ کے ممالک بھی اس کی زد میں آئے تھے، لیکن ان کے کم حصے فاشسٹ طاقتوں کے حملے کے براہ راست ہدف تھے یا میدانِ جنگ بنے تھے اس لیے ان پر جنگ نے نسبتاً کم اثرات چھوڑے۔ سوویت روس کا تو مسئلہ ہی علیحدہ تھا کہ وہ سرمایہ دارانہ نظام سے باہر تھا اور حالانکہ سب سے زیادہ تباہی کا شکار بھی وہی تھا۔ لیکن اسے اپنی تعمیر نو کے لیے خود اپنی طاقت پر بھروسہ کرنا تھا اور سامراجی یا سرمایہ دار ملکوں سے کسی امداد کی اسے توقع ہی نہیں تھی۔

صرف ایک ملک یعنی امریکہ ایسا تھا جس کی سرزمین پر جنگ نے کوئی تباہی نہیں مچائی تھی اس کی صنعتی، زراعتی اور تجارتی سرگرمیوں پر کوئی منفی اثر نہیں پڑا، بلکہ اس کے بالکل برعکس امریکہ پوری دنیا میں سب سے زیادہ طاقتور ملک بن کر ابھرا جو نہ صرف ترقی پذیر اور پسماندہ ممالک بلکہ برطانیہ اور فرانس جیسے بڑے سرمایہ دارانہ ممالک کو بھی امداد اور قرضے دینے لگا۔

جنگ نے امریکی صنعتوں پر کئی جہت سے اثر ڈالا۔ ایک تو یہ کہ دوسرے ممالک کی صنعتیں تباہ ہوگئیں جبکہ امریکہ کی صنعتیں کم از کم جنگ سے پہلے کے تکنیکی معیار پر باقی رہیں، اس طرح برابری کے بجائے ترقی کے معیار میں ایک طویل خلا پیدا ہوگیا۔ دوسرے یہ کہ تباہ شدہ ممالک کی صنعتوں کا جنگ سے پہلے کا معیار واپس لانے کے لیے امریکی صنعتوں نے جو کردار ادا کیا، اس نے خود امریکی صنعتوں کو تیز رفتار ترقی دی۔ تیسرے یہ کہ دوسری عالمی جنگ نے عالمی منڈی میں قبضہ کا فیصلہ امریکہ کے حق میں کردیا اور امریکہ کو تمام دنیا سے سوائے سوشلسٹ بلاک کے خام مال اور پیداواری وسائل، محنت، سرمایہ اور منڈی پر قابض کردیا۔ چوتھے یہ کہ جنگ نے امریکی صنعت کو جنگی صنعت کا رخ دے دیا جس سے پیدا ہونے والے ملٹری انڈسٹریل کمپلیکس (MIC) کی پشت پناہی نئی امریکی حکمتِ عملی کا سب سے طاقتور عنصر بن گئی۔

ریسرچ اور ڈویلپمنٹ سب سے پہلے دواسازی کی صنعت میں ایک علیحدہ شعبہ تھا کیونکہ دواسازی میں پیداواری عمل کے دوران تجربوں کی گنجائش بہت کم ہوتی ہے۔ جنگی صنعت میں

جب جدید ہتھیار بنانے کی ضرورت پیش آئی اور فوجی صنعتی یونٹوں کو صرف تحقیق وتفتیش کے لیے امریکی محکمۂ دفاع پینٹا گون سے کروڑوں ڈالر کے ٹھیکے ملنا شروع ہوئے تو ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ ہتھیار سازی کی صنعت میں بھی ایک علیحدہ شعبہ ہوگیا پھر بھاری اور ہلکی صنعتوں کی ترقی کی ضروریات کے پیش نظر پوری صنعت میں ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ نے علیحدہ شعبہ کی شکل اختیار کرلی۔

ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کے علیحدہ شعبہ بننے سے آلاتِ پیداوار کی ترقی کا عمل نہ رکا اور نہ ہی سست ہوا، اس کے برعکس اور تیز ہوگیا اور زیادہ وسیع اور ہمہ گیر ہوگیا۔ اس کی وجہ ایک تو یہ ہے کہ پیداوار کے دوران ترقی کے خودرو اور فطری عمل سے اس کا مقابلہ تھا، دوسرے یہ کہ عالمی منڈی کے تقاضوں کے تحت (جس میں یورپ کی تعمیر نو کے عمل سے گزرتی ہوئی صنعتوں سے مقابلہ اور تیسری دنیا کے ممالک کی وسیع منڈی میں روز افزوں کھپت شامل ہے) تیز رفتار پیداوار وقت کی ضرورت تھی اس میں ہمہ گیری اور وسعت، اس لیے بھی پیدا ہوئی کہ تمام شعبوں کی ترقی کو ہم آہنگ اور متوازن رکھنا ضروری تھا۔ اس طرح آلات پیداوار کی ترقی کے ساتھ، وسائل پیداوار کی ترقی بھی ریسرچ اور ڈویلپمنٹ کا اتنا ہی اہم موضوع بن گئے۔

ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ نے اپنی مضبوط بنیادوں پر قائم ہوتے ہی سائنسی وتکنیکی انقلاب کا روپ دھار لیا۔ 1981ء میں اس مد میں خرچ ہونے والی رقم 12,567 ہزار ملین ڈالر ہے۔ یہ صرف 20 بڑی امریکی (۱) TNCs، نے صَرف کی ہے اور بیشتر کمپنیوں کے کل اخراجات کا اوسطاً 4.7 فیصد ہے۔ (Strategy of TNCs-11.75)

ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ اپنے اعلیٰ مدارج اور کیفیتی تبدیلی کے بعد سائنسی اور تکنیکی انقلاب بن گیا۔ (۲) RED مرحلہ وار اور ترقیاتی پروگرام کا نقیب تھا۔ جبکہ STR مکمل انقلابی ہیتی تبدیلی

(۱) TNCs ایک بین الاقوامی کارپوریشن (International corporation) کی تعریف ایسی کمپنی کے طور پر کی جاتی ہے جو دو یا دو سے زیادہ ممالک میں کام کرتی ہیں انہیں ملٹی نیشنل بھی کہا جاتا ہے

(۲) RED۔ ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ

کا۔ پلاسٹک کی ابتدائی ایجاد RED ہے جبکہ یہ تبدیلی کہ پلاسٹک انتہائی ہلکی لیکن انتہائی مضبوط دھات ہے جس کے لاتعداد استعمال ہیں جو شدید مزاحمت برداشت کرسکتا ہے اور مختلف دھاتوں سے اس کے مرکبات انتہائی فائدہ مند خصوصیات رکھتے ہیں یہ STR کا کارنامہ ہے۔ چوتھی دہائی میں پلاسٹک انقلاب ۔ پانچویں دہائی میں ٹرانزسٹر کی ایجاد، چھٹی دہائی میں کمپیوٹر اور خودکاریت، ساتویں دہائی میں مائیکرو الیکٹرونکس اور آٹھویں دہائی میں جنیٹک انجینئرنگ۔ یہ ہیں مختصراً چند انقلابی ایجادات۔

اس میں ہر نام ایک طویل اور حیرت انگیز کہانی رکھتا ہے جس کے ہر جز میں ہزار پایہ بھرے ہوئے ہیں ۔ مثال کے طور پر جنیٹک انجینئرنگ ہے جو بیشتر (۱) MOLLECULAR BIOLOGY پر محیط ہے۔ اس کے ایک شعبہ کی تحقیق یہ ہے کہ زندہ جسم کے اندر جو CELLS ہیں ان میں کوئی پیغام داخل کیا جاسکتا ہے اور یہ CELLS مطلوبہ جواب ردعمل کی شکل میں فراہم کرسکتے ہیں۔ اس کی اہمیت نہ صرف انسانی جسم کی پیچیدگیوں کے بارے میں معلومات حاصل کرنے میں ہے بلکہ کینسر، ذیابیطس وغیرہ جیسے لاینحل مسائل کو حل کرنے اور ان کا علاج ڈھونڈنے میں بھی ہے انسانی زندگی میں وراثت کے اثرات کی کامیاب تحقیق بھی اسی کا شعبہ ہے۔

کیا حرج ہے اگر ہم (۲) STR کے کارناموں پر ایک نظر ڈالتے چلیں جس کے بغیر آج کی دنیا کا ادراک ناممکن ہے۔ جو بات ہم یہاں واضح کرنا چاہ رہے ہیں وہ یہ کہ STR نے انسانی معاشرے کے پیداواری و غیر پیداواری ہر عمل پر گہرے اثرات قائم کیے ہیں جو اپنی نوعیت میں عالمگیر اور یکساں اثر پذیر ہیں۔

مشینی خودکاریت‘ کمپیوٹر مینجمنٹ کنٹرول سسٹم‘ روبوٹ‘ کمپیوٹر کو ذہن کا فنکشن سونپنا‘ نیوکلیئر سائنس ری ایکٹرز‘ نیوکلیئر ہتھیار (SDI)، سپر کمپیوٹرز اور پورے ملک کی صنعت کو ایک

(۱) MOLLECULAR BIOLOGY سائنس کا شعبۂ حیاتیات مظاہر کے کیمیائی ڈھانچہ اور عمل کے مطالعہ سے متعلق ہے جس میں زندگی کی بنیادی اکائیاں مالیکیولز شامل ہیں۔

(۲) STR۔ سائنسی تکنیکی انقلاب (Scientific Technical Revolution)

کمپیوٹر کے ذریعے کنٹرول کرنا' میڈیکل میں کمپیوٹر کا استعمال' لیزر شعاعیں' الیکٹرانک کا روزمرہ زندگی میں استعمال' خلائی سفر اور تسخیرِ کائنات کی صلاحیت' یہ صلاحیت کہ خلاء سے آئی ہوئی اشیاء کا رخ موڑ دیا جائے' آواز سے سات گنا زیادہ تیز رفتار جہاز، نیوکلیائی جہاز اور سمندر کے اندر شہر بنانے کی صلاحیت' نئی دھاتیں کیڈیم، ٹیٹنیم وغیرہ، نیوکلیائی فضلے کا مسئلہ، (RNA-DNA)' جنیٹک انجینئرنگ اپنی اپنی جگہ یہ سب انقلاب ہیں۔

STR میں صرف امریکی مظہر (PHENOMENOW) نہیں ہے بلکہ سوویت روس بھی STR میں اتنی ہی پیش رفت کر چکا ہے فرق یہ ہے کہ امریکہ وغیرہ میں STR ہلکی اور اشیائے صرف کی صنعتوں پر بھی عمل پذیر ہو رہا ہے جبکہ روس میں زیادہ حصہ دفاعی صنعتوں کا رہا ہے۔

STR کے اقتصادی اثرات:

عالمی سرمایہ داری اور STR:

STR کے اثرات دوسرے تمام شعبوں سے زیادہ اور براہ راست عالمی سرمایہ داری کے پیداواری عمل پر پڑے ہیں جس کا وہ بنیادی حصہ ہے۔

ٹیکنالوجی کی اس ترقی نے جو (۱) AUTOMATION اور ROBOTISATION تک پہنچ گئی ہے۔ ایک طرف تو پیداوار کی مقدار کو کم وقت کے اندر ہزار گنا بڑھا دیا تو دوسری بات ہے کہ محنت کی پیداواری صلاحیت ہزاروں گنا بڑھ گئی۔ تیسری بات یہ ہے کہ اشیاء کا اعلیٰ ترین PRECISION (۲) معیار یقینی بن گیا۔ چوتھے یہ کہ مشین کی عمر اس کی پیداوار کے مقابلے میں ہزار گنا زیادہ ہوگئی اور فرسودگی (Depreciation) کی رفتار کم ہوگئی۔

---

(۱) AUTOMATION وہ مینوفیکچرنگ یا دیگر پیداواری عمل کے نظام میں بڑے پیمانے پر خودکار آلات کا استعمال کرتا ہے۔

(۲) PRECISION معیار' حالت یا درست اور درست ہونے کی حقیقت

(STRATEGY OF TNCs - 11.75)

اس کے نتائج منڈی پر اس طرح ظاہر ہوئے کہ منڈی کا مزاج بدل گیا۔ اگر پہلے منڈی کو دس ہزار اشیاء ایک ہفتے میں نکالنا ہوتی تھیں تو اب یہ تعداد اسے ایک دن میں نکالنا ضروری ہو گیا تا کہ دوسرے دن آنے والی اشیاء کی جگہ بن سکے اس طرح منڈی میں نہ صرف تیار شدہ اشیاء کی گردش تیز ہوگی بلکہ اس کے ساتھ زر (زر کی ہر شکل) اور خام اشیاء کی گردش بھی تیز ہوگئی یعنی منڈی میں شدت INTENSITY اتنی ہی گنا بڑھ گئی جتنی کہ پیداوار۔

پیداوار کے بڑھنے کے نتیجے میں منڈی کو وسیع کرنا بھی ضروری ہو گیا، جغرافیائی طور پر جتنی وسعت دی جا سکتی تھی عالمی سامراج نے اس کی کوئی گنجائش نہیں چھوڑی تھی اور کوئی قابل ذکر رقبہ ایسا نہیں تھا جہاں سامراج کے قدم نہ پہنچے ہوں۔ لہٰذا منڈی کو وسیع کرنے کا ایک ہی طریقہ تھا کہ منڈی کی موجودہ صلاحیت کو زیادہ سے زیادہ استعمال کیا جائے، اس کے نتیجے میں TNCs کا وجود عمل میں آیا جس نے عالمی تقسیم محنت میں وہ طریقے اختیار کیے جن کے ذریعے پس ماندہ اور ترقی پذیر ممالک کی محنت کم درجے کی محنت رہے اور ترقی یافتہ ممالک اور ترقی پذیر ممالک کے درمیان ترقیاتی خلیج بڑھتی ہی رہے۔ یہ کہ اس عمل کے ذریعے پیداواری طاقتوں کے آگے بند باندھنے کی کوشش بھی اس کا ایک پہلو ہے۔

STR کی ٹیکنالوجی میں محنت کی پیداواری صلاحیت ہزار ہا گنا زیادہ ہے۔ مثلاً اگر ایک کار کو تیار کرنے میں پندرہ دن لگتے تھے، تو اب پندرہ منٹ میں ASSEMBLY PLANT سے تیار ہو کر کار باہر آ جاتی ہے۔ کسی بھی END PRODUCT میں وہ تمام محنت جو اسے تیار کرنے والی مشینری اور انفراسٹرکچر پر آئی ہو، شامل ہوتی ہے کیونکہ END PRODUCT ان سب کی محنت کی قیمت ادا کرتی ہے۔ تیز رفتار پیداوار میں تمام محنت کا تناسب END PRODUCT کے PER UNIT میں کم سے کم ہوتا چلا جاتا ہے لہٰذا محنت کی پیداواری صلاحیت اسی تناسب سے بڑھتی چلی جاتی ہے۔

سائنسی اور تکنیکی انقلاب کا سوشلسٹ لٹریچر میں بیشتر تذکرہ اس بنیاد پر ہوتا ہے کہ یہ سرمایہ

دار کے ہاتھ میں مزدور طبقے کے شدید ترین استحصال کا ایک حربہ ہے۔

یہ درست ہے کہ تیز رفتار مشینیں اور استعداد محنت میں اضافہ سے مزدور کا استحصال بڑھ جاتا ہے اور قدر زائد کی شرح میں اضافہ ہو جاتا ہے۔نئی اشیاء کی پیداوار اور TNCs کے آپریشن کے ذریعہ شرح منافع بھی بڑھ جاتی ہے۔STR پیداواری رشتوں اور پیداواری طاقتوں کے تضاد کو تیز کر دیتا ہے،لیکن STR کا دائرہ عمل صرف یہاں ختم نہیں ہوتا بلکہ کرۂ ارض کا اب کوئی ایسا موضوع نہیں جس پر STR کے اثرات کی اہمیت کو کم کر کے دیکھا جا سکتا ہو۔

STR کی اس ترقی نے اشیاء کے معیار کو نہ صرف غلطیوں سے 100 فیصد مبرا کر دیا ہے بلکہ اعلیٰ درجے کی Precision تک پہنچا دیا ہے،یعنی اب ایک معیار یقینی بن گیا ہے اور جو کارخانہ بھی کمپیوٹر پروگرامنگ کے ذریعے روبوٹس سے کام کرائے اور اسی کام کو وہاں دوبارہ کمپیوٹر سے چیک کرائے وہ اپنی پروڈکٹس کی گارنٹی دے سکتا ہے۔اربوں ڈالرز لگانے والے مختلف کارخانے اب اپنی اشیاء کے معیار کے سلسلے میں ایک دوسرے پر برتری کا دعویٰ نہیں کر سکتے،لہٰذا TNCs کا رجحان بھی مقابلے کے بجائے آپس میں اشتراک اور اجارہ داری کی طرف ہے۔

تکنیکی انقلاب پیداواری عمل میں پہلے کی نسبت کہیں زیادہ مہارت اور صلاحیت کا تقاضا کرتا ہے لہٰذا سامراجی سرمایہ کی برآمد کا رخ اب ایسے علاقے ہیں جہاں یہ دستیاب ہوں۔ اس کا نتیجہ یہ ہے کہ سامراجی سرمایہ کا بڑا حصہ ترقی یافتہ صنعتی ممالک میں لگتا ہے۔مثلاً 1981ء میں امریکی سامراجی سرمایہ کا 73 فیصد ترقی یافتہ ممالک میں،اور صرف 24.7 فیصد ترقی پذیر ممالک میں لگا تھا۔اس انقلاب (STR) نے اشیاء کا جو سائنسی و تکنیکی معیار قائم کیا ہے اس کی کھپت بھی ترقی پذیر ممالک سے کہیں زیادہ ترقی یافتہ ممالک میں ہے۔

سامراج اور عالمی سرمایہ داری کے نہ حل ہونے والے تضادات میں سے ایک یہ بھی ہے کہ ایک طرف تو آلات پیداوار مسلسل ترقی کر رہے ہیں اور پیداوار کی شرح میں اضافہ کر رہے ہیں تو دوسری طرف ان کی پیداوار کے عمل کو ترقی یافتہ ممالک میں مکمل کرنے سے ترقی پذیر ممالک

کی منڈی عالمی تقسیم محنت سے تقریباً باہر نکل جائے گی اور اس پیداوار کو سنگین بحران کا شکار بنا دے گی۔لہٰذا،اس پیداواری عمل کے ایک حصہ کو لازمی طور پر ترقی پذیر ممالک کو دینا پڑتا ہے؛ لیکن ترقی پذیر ممالک کی پس ماندگی اور STR کی ترقی کا شدید تضاد ابھر آتا ہے جو ایک نئے عالمی اقتصادی نظام کا مطالبہ کرتا ہے اور ترقی پذیر ممالک معاشی نظام کو اپنے حق میں یعنی سامراجی ممالک کے مفادات کے خلاف قائم کرنے کا مطالبہ کرتے ہیں۔

ٹیکنالوجی بھی انسانی ذہانت کی طرح عالمی ورثہ ہے اسے پیداواری اور تخلیقی عمل کا حصہ ہونے کی بناء پر پوشیدہ رکھنا ناممکن ہے اور سرمایہ دارانہ نظام میں یہ ایک قابل فروخت جنس ہے۔ان وجوہات کی بناء پر اسے کسی ایک ملک تک محدود نہیں کیا جا سکتا،اور ہر وہ ملک جو اسے حاصل کرنے اور استعمال کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے،حاصل کر سکتا ہے۔گذشتہ دو دہائیوں میں جاپان اور مغربی جرمنی اس بناء پر دو نئے سامراجی مراکز بن کر ابھرے،جبکہ اس دہائی میں جنوبی کوریا تیسرے سامراجی مرکز کی حیثیت سے ابھر رہا ہے۔

STR نے جہاں پیداوار کو تیز رفتار بنا دیا،وہیں نئی نئی دھاتوں کی ایجاد سے ایسی لاکھوں اشیاء کی مینوفیکچرنگ کے راستے کھول دیئے جو نہ صرف بھاری مشینری میں انقلاب لے آئیں؛ سائنسی تحقیقات کو خلاء تک لے جانے کا باعث بنیں بلکہ عام استعمالی اشیاء کی تیاریوں میں بھی حیرت انگیز تبدیلیاں لے آئیں؛ بلٹ پروف شیشہ؛ خلائی جہازوں کے لیے نئی دھاتیں، سمندروں کے کرنٹ کی مزاحمت کرنے والا پلاسٹک، نیوکلیئر ری ایکٹر کے حفاظتی خول کے لیے دھاتیں،لیزر شعاعیں وغیرہ جو عام آدمی کے علم میں ہیں۔STR نے پیداواری طاقتوں کو انقلابی تبدیلیوں سے دوچار کر دیا،توانائی کے لیے ذرائع دریافت کیے،ہزاروں نئے دھاتی مرکبات ایجاد کیے،سینکڑوں نئی اور سستی ٹیکنالوجی دریافت کیں جن سے FERROUS METALS کی مانگ کم ہوگئی۔

مائیکروچپ (MICROCHIP) ٹیکنالوجی نے کمپیوٹر،COMMUNICATIONS میں اور

INFORMATICS میں انقلاب پیدا کر دیا، یا ARTIFCIAL INTELLIGENCE کے ذریعے انسانی ذہن کا فنکشن کا ایک حصہ کمپیوٹر کے ذریعے ممکن ہو گیا۔ پیداوار کے بارے میں اطلاعات، مواد اور اعداد و شمار اور ان کی کانٹ چھانٹ، تجزیہ اور نتائج جس میں کسی بھی بڑے ادارے میں لاکھوں ٹرانزکشنز ہوتی ہیں اور سینکڑوں افراد درکار ہوتے ہیں، اب با آسانی اور قابلِ اعتماد طریقہ پر کمپیوٹر کے حوالے کر دیا جاتا ہے۔

STR کے نتیجے میں یہ ممکن ہو گیا ہے کہ پیداوار کی وسیع اقسام کو مکمل طور پر لچکدار رکھا جا سکے تا کہ مارکیٹ میں مانگ کے مطابق پیداوار میں تبدیلی لائی جا سکے اور اس کے لیے ڈیزائن اور ہیئتی تبدیلیوں کے لیے INFORMATICS سے مرکزی کنٹرول قائم کیا جا سکے۔

STR نے اعلیٰ درجے کی پیچیدہ ٹیکنالوجی پیدا کی ہے جس کا تقاضا یہ ہے کہ عام ورکر کی پیشہ ورانہ تعلیم اور ذہانت کا معیار بھی اس کے مطابق ہو اس طرح عمومی اور تکنیکی تعلیم میں فرق کے ساتھ اور متعدد تبدیلیاں وجود میں آتی ہیں، زیادہ بہتر معیار کے نتیجے میں ورکرز کی ویجز اور ورکنگ کنڈیشن کا معیار اونچا ہوا، خود فیکٹری کے مالکان کو مزدوروں کے ریفریشر کورس اور نئے کورسوں پر زیادہ رقم صَرف کرنا پڑتی ہے (اس کا ایک شاخسانہ ”مزدور طبقہ کی ہیئتی تبدیلیاں اور مزدور طبقہ کے ختم ہو جانے کا نظریہ“ ہے)

STR کی ٹیکنالوجی نے افرادی قوت کی مانگ بہت کم کر دی اور بے روزگاری میں وسیع اضافہ کیا۔ جنرل موٹرز، جہاں اب بھی بتیس ہزار (32,000) مزدور کام کرتے ہیں، اس کی ٹیکنالوجی میں تبدیلی کے بعد صرف چھ ہزار (6,000) مزدور سالانہ پانچ لاکھ کاریں تیار کرے گا۔

ایک اندازے کے مطابق مغربی جرمنی میں اس سال کمپیوٹر کی تعداد 9 لاکھ اور روبوٹس کی تعداد 30 ہزار ہو جائے گی، جبکہ امریکہ میں کمپیوٹر کی تعداد دو کروڑ، اور روبوٹس کی تعداد ایک لاکھ ہو جائے گی۔

مزدور طبقہ میں اس بناء پر پیدا ہونے والی بے روزگاری ایک علیحدہ مسئلہ ہے، ایک طرف اشیاء کی پیداوار کئی گنا زیادہ ہوئی ہے، دوسری طرف بے روزگاری بڑھتی ہے مزدور سماجی پیداوار کا صارف بھی ہے، جبکہ روبوٹس صارف نہیں ہوتے۔ STR سے نئی ٹیکنالوجیز خاص کر SERVICES کے سیکٹر میں وسیع پھیلاؤ سے بے روزگاری کی کچھ کھپت ہوئی ہے، لیکن اس کا تناسب بہت کم ہے، عالمی سرمایہ بے روزگاری کے خطرہ کے پیشِ نظر اکثر جگہ سالوں تک پرانی ٹیکنالوجی اپنائے رکھنے پر مجبور ہوتا ہے۔

STR کا محیط عالمی ہے، TNCs کے ذریعے اس کا دائرہ کار کرۂ ارض کے بیشتر حصوں پر پھیلا ہوا ہے۔ ایک ہی شے کی پیداوار میں مختلف ممالک کے مزدور حصہ لیتے ہیں لہٰذا بے روزگاری کا مسئلہ بھی STR کے تحت عالمی بن جاتا ہے۔

STR پیداواری طاقتوں اور پیداواری رشتوں کے درمیان تضاد کو تیز کر دیتا ہے اور استحصال کو شدید کر دیتا ہے۔

STR کے نتیجے میں سرمایہ کاری کی شرح بہت بڑھ گئی ہے۔ بڑا سرمایہ دار تو الگ رہا، ترقی پذیر دنیا کے بیشتر ممالک بھی نئی ٹیکنالوجی میں سرمایہ کاری نہیں کر پاتے اور اس طرح ترقی یافتہ ممالک پر ان کا انحصار اور بڑھتا ہے۔ درحقیقت STR کی ترقی اور سرمایہ کاری عالمی سرمایہ کے بغیر ناممکن ہے۔

STR کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ پیداوار ہمیشہ صلاحیت سے بہت کم ہوتی ہے۔

STR کا ایک دوسرا رخ بھی ہے

سائنسی اور تکنیکی انقلاب (STR) نے جہاں پیداواری طاقتوں اور سائنسی ایجادات کو انسانیت کے حق میں اور دنیا کی ترقی کے لیے اعلیٰ ترین معیار پر پہنچادیا ہے، وہاں اس کا دوسرا رخ اتنا ہی ہولناک بھی ہے، نیوکلیائی ہتھیاروں کی ایجاد، اور ایسا ذخیرہ جو کہ دنیا کو ستر بار تباہ کرنے کے لیے کافی ہو، اور وہ بھی صرف ایک بٹن دبانے پر منحصر ہو STR ہی کی ایجاد ہے۔ زمین کے وسائل کا بے دریغ اور اندھادھند استعمال، ریڈیو ایکٹو فضلہ کا مسئلہ اور فضائی آلودگی بھی STR کی بنا پر ایک شدید خطرہ بن گئی ہے۔

STR کی جنگی ایجادات نے سامراج کے کردار کو انتہائی جارحانہ بنادیا ہے۔ لیکن دنیا بھر کے عوام میں عالمی جنگ کے خلاف شدید نفرت اور عالمی امن کے لیے عالمی پیمانے پر جدوجہد کا احساس بھی بہت بڑھادیا ہے۔ یورپ کے عوام کا ردعمل انتہائی شدید رہا ہے۔ ہولناک ہتھیاروں سے پیدا ہونے والی تباہی کے تصور نے ان طاقتوں کو بھی لرزادیا ہے جو ان کی تباہی پر اربوں کھربوں ڈالر خرچ کرتی رہی ہیں اور انہیں بھی یہ احساس ہوچلا ہے کہ ایٹمی جنگ کرۂ ارض سے انسان کا خاتمہ کردے گی۔ یہ لوگ کچھ عرصے پہلے تک اس نظریہ کا پرچار کرتے نہیں تھکتے تھے کہ ایٹمی جنگ مقامی بھی ہوسکتی ہے اور اس کے اثرات کو محدود کیا جاسکتا ہے، آج انہیں بھی مکمل تباہی کا احساس ہوا ہے، اور امریکہ جو کہ (۲) SDI پر مصر تھا، اب (۱) INF کے معاہدہ پر دستخط

(۱) INF اس معاہدہ کے تحت 500 سے 5500 کلومیٹر کی Range والے میزائلوں کو ممنوع قرار دیا۔

(۲) SDI۔ اس معاہدہ نے امریکہ اور سوویت یونین کو ہتھیاروں کی نئی اور تکنیکی دوڑ کو روک دیا۔

کرتا ہے اور ہتھیاروں میں کمی کے منصوبے پر عمل کررہا ہے۔

سائنسی اور تکنیکی انقلاب نے ٹرانس نیشنل کارپوریشنز (TNCs) کو جنم دیا ہے جو عام اجارہ داری یا ریاستی اجارہ داری کی نسبت ہزار گنا زیادہ بڑے ادارے ہیں اور جو کرۂ ارض کے وسائل کو بھیانک دیو کی طرح ہضم کیے جارہے ہیں۔ لہٰذا کرۂ ارض کو بنجر ہونے سے بچانے کے لیے ایسی تدابیر پر عمل کرنا ضروری ہے جو وسائل کی اس تباہی کو روک سکیں۔

سائنسی اور تکنیکی انقلاب نے ایک اور مسئلہ فضائی اور سمندری آلودگی کا پیدا کردیا ہے' کیمیائی فضلے کی بہتات نے کرۂ ارض پر حیات کی نمو کو خطرے میں ڈال دیا ہے۔ GREEN EFFECTS کی بنا پر آئندہ 30 سال میں کرۂ ارض کا ٹمپریچر دو سے تین ڈگری بڑھ جائے گا جس کی وجہ سے کرۂ ارض کی آب و ہوا میں بڑی تبدیلیاں متوقع ہیں اور اس کا حل بھی STR ہی تلاش کرسکتی ہے۔

یہ سب مسائل ایسے ہیں کہ جن کے حل کرنے کے لیے پوری دنیا کی حکومتوں اور عوام کی مشترکہ کوششوں کی ضرورت ہے، کیونکہ ایک تو یہ مسائل عالمگیر ہیں اور کرۂ ارض کے ہر خطے میں موجود ہیں۔ لہٰذا کسی ایک خطے میں تنہا حل نہیں کیے جاسکتے۔ دوسرے یہ کہ ان سے نمٹنے کیلئے جس افرادی طاقت، سرمائے اور تحقیق و تفتیش کی ضرورت ہے وہ کسی ایک حکومت کے بس کی بات نہیں، لہٰذا، ان کو حل کرنے کے لیے تمام دنیا کی حکومتوں اور عوام کے مکمل تعاون اور مشترکہ مساعی کی ضرورت ہے۔

سائنسی اور تکنیکی انقلاب ایک نئی کیفیتی تبدیلی سے دوچار ہے۔ اس نے پہلے ایٹمی ہتھیار پیدا کیے، اور اب تباہی کو اتنا ہولناک بنادیا کہ جنگ باز قوتیں بھی امن کی طرف پیش رفت کرنے پر مجبور ہوگئیں۔ اس نے کرۂ ارض کے وسائل کو تیز رفتاری سے استعمال کیا اور اب سائنسی اور تکنیکی انقلاب کے حاصلات کو برقرار رکھنے کے لیے ان وسائل کے استعمال کو کم کرنا لازم کردیا۔ اس نے ماحولیاتی آلودگی سے انسانی زندگی خطرہ میں ڈال دی ہے اور اب ردعمل کے نتیجے میں ماحولیاتی آلودگی سے نجات پانے کے طریقے تلاش کررہا ہے' اس نے سامراج کی مضبوطی کیلئے TNCs

کوجنم دیااوراب ردعمل میں سامراج تقسیم ہوکر چارقومی سامراجی مراکز میں تقسیم ہوگیا' عالمی سامراج، عالمی سوشلزم کے مقابلے میں اور کمزور ہوگیا۔

STR نے متعدد ایسے فوری نوعیت کے مسائل پیدا کردیئے جن کے حل کے لیے تمام دنیا کے ممالک کا تعاون اوراشتراک ضروری ہے جن کے لیے سیاسی نظام، معاشی نظام، ترقی کی سطح، تہذیب، رنگ ونسل، تاریخی وجغرافیائی فرق حتیٰ کہ بعض مسائل پر طبقاتی فرق بھی پس پشت ڈالنا ضروری ہوگیا ہے، یہ دنیا کی سیاسی اکائی کی طرف ایک اور قدم ہے۔

تہذیبی اورمعاشرتی ترقی پرسائنسی وتکنیکی انقلاب کے اثرات بھی بہت اہم ہیں۔ MICROCHIPS نے پیچیدہ اورنازک آلات عام آدمی کے دروازے تک پہنچائے ہیں۔

کیلکولیٹر، وی سی آر اور ریموٹ کنٹرول سے بچہ بچہ واقف ہے۔ آٹھ سے دس سال کے بچے کے لیے کمپیوٹر پروگرامر ہونا معمولی بات ہے۔ الیکٹرونکس کے اس سیلاب نے، جو گھروں، دفتروں اور بازاروں میں بہہ رہا ہے' اِس دور کے انسان کے شعور کو اتنا ہی آگے بڑھا دیا ہے جتنا والو کے ریڈیو سے سالڈیٹ (۱) ٹی وی آگے ہے۔ ہر نسل پچھلی نسل کے اختتامی علم سے اپنی تحصیل علم شروع کرتی ہے اور یہ کہ ہر نسل کا علم وتجربہ اس کے دماغ کی فزیکل اور فنکشنل دونوں صلاحیتوں کو وسیع کرتا ہے جو وراثتاً اگلی نسل کو منتقل ہوتا ہے' STR نے تیز رفتاری میں مشین کو ذہن کے مقابلے پر کھڑا کردیا ہے۔ معاشرہ، عالمی معاشرہ، ایک مختصر عرصہ میں زیادہ تیزی سے باشعور ہوتا جارہا ہے۔ سائنسی اور تکنیکی ترقی کے ساتھ زندگی کی تیز رفتاری بڑھتی جارہی ہے، زندگی کے تقاضے بدل رہے ہیں، سوشل اسٹینڈرڈز میں بین الاقوامیت بڑھ رہی ہے، تیز رفتاری' وقت کی کمی، تھکن اور مسلسل آگے بڑھتے ہوئے معیار کو چھونے کی جدوجہد نے اس نسل کو، دنیا کو اپنی ذات کے آئینے میں دیکھنے کا سبق دیا ہے، آج کا نوجوان زیادہ شدت سے سرمایہ داری کے

(۱) سالڈیٹ۔ ٹھوس یا مضبوط۔ مضبوط کرنے کے لیے۔

معاشرتی بحران کا شکار ہے۔ ایک طرف سائنسی وتکنیکی ترقی کے معجزوں سے دنیا پر اعتماد بڑھتا ہے، دوسری طرف وہ محرومیاں ہیں جو بے روزگاری، مواقع اور وسائل کی کمی سے پیدا ہوتی ہیں، تہذیبی ومعاشرتی قدریں ٹوٹ رہی ہیں خاص طور پر ترقی پذیر ممالک میں محنت کی بین الاقوامی مارکیٹ نے محنت کی ہجرت کا عمل تیز کردیا ہے اور بیشتر ترقی یافتہ ممالک میں تہذیبی اقلیتوں کے بڑے بڑے گروپ آباد ہوگئے ہیں جو ان ممالک کی انتظامی، معاشرتی اور تہذیبی صورتِ حال کو شدید متاثر کرتے ہیں اور نت نئے مسائل پیدا کرتے ہیں۔

سرمایہ داری کے پیدا کردہ رجحانات کو سائنسی وتکنیکی انقلاب نے اور تیز کردیا ہے۔ دنیا نفسیاتی وابستگیوں کی اکائی کا اظہار کررہی ہے (میکسیکو میں جو خود ایک ترقی پذیر ملک ہے، اور جہاں روزگار کے مواقع بہت کم ہیں۔ پاکستانیوں کی تعداد میکسیکو سٹی میں ساڑھے 6 ہزار سے زائد ہے) طلباء کی کثیر تعداد بھی، محنت کشوں کے ساتھ بین الاقوامی مائیگریشن کا حصہ بن گئی ہے۔ دنیا کے دور دراز گوشوں میں بھی ہر ملک کا آدمی موجود ہے۔

قومی سے بین الاقوامیت کی طرف یہ سفر لوگوں کے ذہنوں میں سیاسی اکائی کا اثر پیدا کرتا ہے خاص طور پر اس صورتِ حال میں جب جنگ کے امکانات کم سے کم ہو رہے ہوں مہلک ہتھیاروں اور فوجوں میں کمی پر بڑی طاقتیں رضامند ہو رہی ہوں اور یہ واضح ہوگیا ہے کہ امریکی سامراج اب جبراً کوئی بڑی تبدیلی دنیا میں لانے کی طاقت کھو چکا ہے، دوسرے یہ کہ دنیا کو سائنسی وتکنیکی اعتبار سے آگے ہی بڑھنا ہے اور اسے کوئی طاقت روکنے والی نہیں ہے۔ اس احساس نے عوام کی طاقت پر اعتماد اور (۱) Pluralism کے نظریہ پر زور دیا امریکہ اور روس کے درمیان سیاسی اور معاشی تعلقات وسیع ہونے سے بھی یہ احساس بڑھا ہے۔

(۱) Pluralism اجتماعیت

سوویت روس میں STR

ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کا شعبہ سوویت روس میں سرکاری شعبہ ہے اور مرکزی پلاننگ کے تحت کام کرتا ہے خاص طور پر دفاع کے شعبہ میں اس کی کارکردگی بہت اہم رہی ہے سوویت روس کو جدید ترین ہتھیاروں میں امریکی سامراج کا ہم پلہ بنانا، اسے برتری حاصل نہ کرنے دینا اسی شعبہ کا کارنامہ ہے۔ اس شعبہ کی تکنیکی مہارت اور ایجادات نے سوویت روس کی اس وقت مدافعت کی اور اسے طاقتور بنائے رکھا، جب امریکی سامراجی اور اس کے طاقتور حلیف سوویت روس کو ختم کرنے کے لیے ہر ممکن جتن کر رہے تھے حتیٰ کہ PUSH BUTTON ٹیکنالوجی کے دور میں بھی دنیا کو یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے تھے کہ ایٹمی جنگ کو محدود رکھا جاسکتا ہے۔

سائنس اور ٹیکنالوجی عالمی ورثہ ہے اور اسے چھپا کر نہیں رکھا جاسکتا ہے، امریکہ نے ان معلومات کو خفیہ رکھنے کی انتہائی کوشش کی لیکن ایک تو یہ ان معلومات کو پیداوار میں استعمال کرنا لازمی ہے اور پیداوار کو چھپانا ممکن نہیں، دوسرے یہ کہ امریکہ کو وہ معلومات حاصل کرنا ضروری ہے جو سوویت روس کے STR کے شعبے کو حاصل ہیں۔

سوویت روس کو بھی امریکہ میں سائنسی اور تکنیکی ترقی کی معلومات کا حاصل کرنا ضروری ہے لہٰذا معلومات کا یہ تبادلہ بالواسطہ دوسرے متعدد ذرائع سے ہوتا رہا (جس میں جاسوسی، ترک وطن کرنے والے وغیرہ) شامل ہیں۔ اس عمل کی مسلمہ اہمیت اس میں ہے کہ اس نے امن کو بالواسطہ فروغ دیا ہے۔

روس میں سائنسی اور تکنیکی انقلاب کا دفاع کے بعد دوسرا، مگر انتہائی اہم شعبہ بھاری صنعت ہے۔ میٹلرجی، مشین سازی، کیمیکل، ٹرانسپورٹ، ایکوپمنٹ انرجی، وغیرہ میں STR کی پیش رفت اتنی ہی رہی جتنی امریکہ میں۔ بلکہ بعض صنعتوں میں اس سے آگے بڑھ گئی۔ سوویت روس اس وقت تمام دنیا کی صنعتی پیداوار کا پانچواں حصہ پیدا کرتا ہے۔ روس میں 1984ء تک صنعتی روبوٹس کی تعداد 36,000 تھی، روبوٹ اور سپر کمپیوٹر کا استعمال، خلائی سائنس میں برتری، خاص طور پر خلاء کے پُرامن استعمال میں سائنسی اور تکنیکی انقلاب کی حاصلات کا عام استعمال یہ ثابت کرنے کے لیے کافی ہے کہ سائنسی اور تکنیکی انقلاب سوویت روس میں مکمل طور پر عمل پذیر ہے۔ بعض حضرات کا یہ خیال کہ سوویت روس STR میں امریکہ سے پیچھے ہے، حقائق کے خلاف ہے اور محض خیال آرائی پر مبنی ہے۔

STR انتہائی مہنگی ٹیکنالوجی ہے اور اس میں قومی بجٹ GNP کا بڑا حصہ خرچ ہوتا ہے، اس کے علاوہ ملک کے بہترین سائنسی دماغوں کی کل وقتی ضرورت ہوتی ہے۔ جن کو مشاہروں کی ادائیگی بھی اونچی شرح سے کی جاتی ہے۔ اس کے اخراجات سوویت روس میں سرکاری سطح پر برداشت کیے جاتے ہیں، جبکہ امریکہ میں سرکاری مد میں بہت کم اوسطاً ایک تہائی سے بھی کم، اور TNCs دوتہائی حصہ اخراجات برداشت کرتی ہیں۔ اس کے علاوہ TNCs کی وہ شاخیں جو غیر ممالک میں ہیں، علیحدہ بجٹ اس مد میں خرچ کرتی ہیں اور انہیں TNCs کے اصل بجٹ کا حصہ سمجھا جاتا ہے۔ اس طرح امریکہ اور روس کے STR پر اخراجات میں نمایاں فرق ہے۔

روس میں یہ اخراجات 194,000 ملین روبل سالانہ ہیں جو بجٹ کا حصہ ہیں جبکہ امریکہ میں صرف 20 TNCs کے STR کے سلسلے میں اخراجات 12.570 ہزار ملین ڈالر ہیں۔ امریکہ میں MICs اور TNCs سرکاری بجٹ کا حصہ ملا کر یہ رقم کہیں زیادہ ہے۔ رقم اور وسائل کی کمی پر مستزاد وہ ہولناک تباہی تھی جو سوویت روس پر گزری، جبکہ امریکہ نہ صرف تباہی سے محفوظ رہا بلکہ اس کی صنعتوں نے جنگ کے دوران بے انتہا فائدہ اٹھایا۔ جنگ کے بعد قرضوں اور

COLONISATION(۱) کے ذریعے دگنی چوگنی ترقی کی۔ظاہر ہے کہ سوویت روس کے پاس امریکہ کے مقابلے میں وسائل کم تھے۔یہ سوشلسٹ روس کے مزدوروں، کسانوں اور محنت کش عوام کا جذبہ اور سوشلزم کی برتری تھی جس نے چند سالوں میں سوویت روس کو امریکہ کی برابری کی سطح پر لا کھڑا کیا۔

دوسرا اہم فرق دونوں جگہ STR کے اطلاق میں یہ ہے کہ امریکہ میں اس کا اطلاق بھرپور طریقے سے ہلکی صنعتوں اور اشیائے صَرف کی پیداوار میں ہوتا ہے۔سرمایہ دارانہ نظام کی بنیاد چونکہ ذاتی منافع پر ہے، اس لیے پیداوار کی نوعیت کمرشل ہے جو سرمایہ صَرف ہوا ہے اس کی واپسی مع منافع ضروری ہے، ورنہ وہ لائن آف پروڈکشن ہی بند ہوجائے گی۔لہٰذا اشیائے صَرف کی صنعتوں کی ترقی میں سائنسی اور تکنیکی ترقی کا اعلیٰ سطح پر استعمال ضروری ہے۔مثلاً مائیکرو چپس کا گھریلو استعمال کی لاتعداد اشیاء میں استعمال ایک تو STR پر خرچ ہونے والی رقم ان اشیاء کی قیمت میں شامل ہوتی ہے، لہٰذا RE-CYCLING کے لیے واپس آتی ہے، دوسرے یہ کہ اشیاء کی وسیع پیمانے پر تیاری کی بنا پر اشیاء کی قیمت کم ہوتی ہے جس کا ایک فائدہ یہ ہے کہ ریسرچ اینڈ ڈویلپمنٹ کے کاموں کے لیے اشیاء بڑی تعداد میں اور سستی دستیاب ہوتی ہیں۔

سوویت روس میں اور سوشلسٹ بلاک کے دوسرے ممالک میں STR کے حاصلات کا ہلکی صنعتوں اور اشیائے صَرف کی پیدائش میں استعمال کم ہے، وجوہات بہت واضح ہیں STR کے اخراجات بجٹ کا حصہ ہیں اور ترجیحات کی بنیاد پر ان کا دائرہ دفاع اور بھاری صنعتوں تک رہا ہے۔قیمتوں کا تعین حکومت کرتی ہے اور عوام پر قیمتوں میں اضافے کا بوجھ نہیں ڈالتی ، لہذا STR کے اخراجات سے اشیائے صرف کو باہر رکھتی ہے اور جہاں ان اخراجات کو شامل کیا جائے ، تو نتیجہ ہوا ہے کہ مثلاً سوویت روس میں کمپیوٹر کی قیمت ،مغربی ممالک ،جاپان اور کوریا کے کمپیوٹر سے تقریباً 10۔8 گنا زیادہ ہے۔تمام گھریلو استعمال کی اشیاء کا بھی یہی حال ہے اور بیشتر دستیاب نہیں ہیں۔

---

(۱)COLONISATION نوآبادیاتی نظام

گورباچوف نے واضح طور پر یہ کہا ہے کہ ''صنعتی ترقی کے اعلیٰ مدارج کے باوجود ہم اپنے عوام کو معیاری اور وافر تعداد میں الیکٹرونکس کی گھریلو استعمال کی اشیاء فراہم نہیں کرسکتے'' (یہ بھی ایک وجہ ہے دیوارِ برلن ٹوٹنے اور مشرقی یورپ کے ملکوں میں انقلاب آنے کی)۔(۲)(سوویت سوسائٹی مارکیٹ کے تابع OPEN COSUMER SOCIETY(۱) نہیں تھی جسے اب PLANNED CONSUMERIM میں تبدیل کیا جارہا ہے۔)

دفاع کی صنعتوں میں اس درجہ پر پہنچ کر جہاں امریکی سامراج کو بھی مہلک ہتھیاروں میں کمی کرنے کا احساس ہورہا ہے۔STR کا ارتکاز غیر ضروری ہوتا جارہا ہے۔عالمی امن کو اس کے لیے اب بھی شدید جدوجہد درکار ہے، یقینی بنتا جارہا ہے۔دفاع پر (STR) کے اربوں ڈالر کے اخراجات نہ صرف روس بلکہ امریکہ کے لیے بھی واضح طور پر غیر ضروری ہوگئے ہیں۔جبکہ یہ طے ہے کہ نیوکلیئر وار جیتی نہیں جاسکتی۔سوویت روس اگر یہ اخراجات یا ان کا ایک حصہ بھی ہلکی صنعتوں اور اشیائے صَرف کی صنعتوں کی طرف موڑدے تو اس کی منصوبہ بند معیشت میں CONSUMER مارکیٹ کی سطح پر انقلاب آجائے گا جس کے نتائج پوری معیشت کے لیے انتہائی دوررس ہوں گے۔

اس بحث سے یہ نتیجہ نکالنا مشکل نہیں ہے کہ سائنسی اور تکنیکی انقلاب اس کرۂ ارض پر اکتوبر انقلاب کے بعد سب سے بڑا انقلاب ہے اور زمین پر ہر خطے کو براہ راست متاثر کرنے والا انقلاب ہے'اکتوبر انقلاب روس کے لیے معاشی اور سماجی انقلاب تھا جبکہ باقی دنیا کے لیے ایک سماجی انقلاب تھا۔STR تمام دنیا کے لیے ایک معاشی انقلاب ہے اور کسی بھی ملک کی سماجی ساخت پر اس کا اثر انقلابی نہیں بلکہ ارتقائی ہے'یعنی یہ سرمایہ داری کے دائرہ میں ہی عمل پذیر ہے۔اکتوبر انقلاب نے مزدور طبقے کی آمریت قائم کی تھی جبکہ STR سے ایسی کوئی سماجی تبدیلی نہیں آئی'لیکن اس کی انقلابی اہمیت میں کوئی شبہ نہیں کیا جاسکتا۔

STR نے ایک طرف تو یہ ثابت کردیا سرمایہ داری ابھی تک CLOSED SYSTEM(۳)

---

(۱)OPEN COSUMER SOCIETY۔ایسا معاشرہ جہاں لوگ نیا سامان خریدتے اور چیزوں کے مالک ہونے کو اہمیت دیتے ہیں۔

(۲)PLANNED CONSUMERIM

(۳)CLOSED SYSTEM

نہیں ہے اور پیداواری طاقتوں اور پیداواری رشتوں میں اس نظام کے تحت ابھی تک پھیلنے کی گنجائش موجود ہے، نہ صرف یہ کہ بلکہ نئی سامراجی طاقتوں کے ابھرنے کی بھی گنجائش ہے، مثلاً جاپان، کوریا، مغربی جرمنی (جاپان اورکوریا کی ترقی کی شرح حیرت انگیز ہے۔ یہ بالترتیب 1970ء میں بالترتیب 15 اور 21 فیصد تھی جبکہ 1984ء میں 27 اور 156 فیصد ہوگئی) لیکن دوسری طرف اس نے اجتماعی پیداوار اور ذاتی ملکیت کے تضاد کو تیز کردیا، پیداوار کو بڑھادیا اور منڈیوں کو سکیڑ دیا، پیداواری عمل میں مزدور کی قیمت بڑھادی۔

اس نے سرمایہ داری کے تمام تضادات کو پوری شدت کے ساتھ آگے بڑھایا، لیکن اس خصوصیت کے ساتھ کہ ہر تضاد کے حل کو لازماً انسانیت کے بہترین مفادات سے ہم آہنگ ہونا ہے۔ ایک طاقت کے لیے ایٹمی ہتھیار رکھنے کا مطلب اپنا دفاع ہے، جبکہ دوسری طاقت، پہلی طاقت کے ان ہتھیاروں کو حملہ کے ہتھیار شمار کرتی ہے، یعنی ایٹمی ہتھیار ایک دوسرے کے لیے جنگ کو روکنے کا کردار ادا کرتے رہے، جو ان کا حقیقی کردار نہیں ہے۔

ان ہتھیاروں کی حملہ آور قوت یعنی ہولناکی نے مجبور کردیا کہ ہر وہ طاقت جو انہیں رکھتی ہے انہیں ضائع کرنا ضروری سمجھتی ہے تاکہ کرۂ ارض پر زندگی باقی رہے۔

TNCs جنہیں STR نے سرمایہ داری اور سامراج کو قائم رکھنے والا سب سے طاقتور ادارہ بنادیا، لیکن یہ سرمایہ داری کے اندر سوشلائزیشن کی آخری حد تک پہنچ گئی اور سوشلسٹ بلاک سے معاشی تصادم کے بجائے معاشی، تجارتی اور تکنیکی تعاون پر مجبور ہے۔ سوویت روس میں مشترکہ منصوبوں (JOINT VENTURES) پر عمل درآمد سوویت روس کی شرائط پر ہو رہا ہے۔ امریکی گیہوں کی روس کو فروخت تو ہمیشہ امریکہ کے لیے ایک حساس مسئلہ رہا ہے۔ امریکی صنعت کاروں کو روس میں کام کرنے کے مواقع پہلے بھی حاصل تھے۔ اب کوکا کولا کا مشترکہ منصوبہ، گیس کی پائپ لائن کا منصوبہ، کاروں کی تیاری کا منصوبہ، برطانیہ کے لیے روس کے اربوں ڈالر کے ٹھیکے، خلائی سائنس کی فنی معلومات کا تبادلہ وغیرہ۔ یہ سب سامراج اور سوشلسٹ بلاک کے بڑھتے

ہوئے تعلقات کی نشاندہی کرتے ہیں جو، اب اس بات کی علامت ہیں کہ دنیا میں دو بڑی معاشی طاقتیں ایک دوسرے میں Inroads پیدا کررہی ہیں۔ 1960ء کی دہائی تک روسی ماہرین معاشیات یہ تسلیم کرتے تھے کہ دنیا دو مخالف معاشی کیمپوں میں تقسیم ہے، سوشلسٹ معاشی نظام اور سامراجی معاشی نظام، اب اس رائے کو تبدیل کرنا پڑا ہے۔ کیونکہ ان دونوں معاشی نظاموں کی باہم پیوستگی (INTERPENETRATION) کی بنا پر ایک تیسری معیشت یعنی عالمی معیشت وجود میں آئی ہے۔ ایک مدت تک سامراج کی طرف سے سوشلزم کے بائیکاٹ نے دونوں معاشی نظاموں کو الگ الگ دائرہ عمل میں محدود رکھا تھا۔ اب ان دونوں معیشتوں کے ملنے سے ایک INTEGERATED WORLD کا تصور پیدا ہوا ہے۔

STR نے جہاں پریسترائیکا جیسے انقلاب کو جنم دیا، وہیں پریسترائیکا کی مدد سے ایک اور انقلاب کو بھی جنم دیا جسے (ا) (INF) ٹریٹی کہتے ہیں۔ میں Intermediat-Range Nueclear Force Treaty (INF) کو ایک انقلاب اس لیے کہتا ہوں کہ آج تک کی انسانی سماج کی تاریخ ہزاروں جنگی مہمات اور قتل و غارت گری کی داستانوں سے بھری پڑی ہے اور ہر طرف ان جنگوں کے جائز حتیٰ کہ فطری ہونے کے فلسفے بکھرے پڑے ہیں۔ لیکن یہ پہلی مرتبہ ہوا ہے کہ سامراجی جارحیت کی طرف سے بھی عالمی جنگ کی مذمت کی گئی اور علاقائی جنگوں کو بھی امن عالم کے لیے خطرہ سمجھا جانے لگا۔ جنگ کے حق میں فلسفہ پیش کرنے والوں کی ہمت ٹوٹ گئی اور دنیا بھر کے عوام کی امن عالم کی جدوجہد نے فتح حاصل کرنا شروع کی۔

INF ایک ایسا انقلاب ہے جو انقلابات کے تسلسل میں ایک بڑے عالمی انقلاب کا حصہ

(ا) INF۔ ٹریٹی۔ ریاست ہائے متحدہ امریکہ اور سوویت یونین اور اس کی جانشین ریاست روسی فیڈریشن کے درمیان ہتھیاروں کے کنٹرول کا معاہدہ تھا۔ امریکی صدر رونالڈ ریگن اور سوویت جنرل سیکریٹری گورباچوف نے 8 دسمبر 1987 کو اس معاہدہ پر دستخط کیے تھے۔

ہے۔STR نے سماج کے پیداواری رشتوں کو تبدیل نہیں کیا نہ ہی INF نے ایسا کیا۔اس نے اپنی حدود کے اندر سماجی قوتوں کا رخ تبدیل کر دیا۔INF کے ذریعے صرف چار فیصد ایٹمی ہتھیار تباہ ہو رہے ہیں۔

لیکن اہم بات یہ ہے کہ ایٹمی ہتھیاروں کے تباہ ہونے کا عمل شروع ہو گیا ہے، نیز یہ عمل یورپ میں شروع ہوا جو دونوں عالمی جنگوں کا بدترین متاثر ہونے والا حصہ رہا اور تباہ ہوا۔تیسرے یہ کہ INF کے نتیجے میں جو قدم بڑھ رہے ہیں، یقین ہے کہ دنیا کو ایٹمی ہتھیاروں سے پاک کر دیں گے، چوتھے یہ کہ اس کا اثر علاقائی اور مقامی جنگجوؤں پر بھی بہت مثبت پڑا' پانچویں یہ کہ سوویت روس اور امریکہ میں مفاہمت کا عمل تیز ہوا' چھٹے یہ کہ عالمی مسائل کو ایک دوسرے کی مدد سے حل کیے جا سکنے پر ایک اتفاق رائے بنا۔

INF حقیقتاً ایک بڑا انقلاب ہے، لیکن یہ ممکن نہ ہوتا اگر پریستورائیکا کا انقلاب نہ ہوتا۔

لہٰذا ہم ایک بار پھر پریستورائیکا پر آ گئے۔اور اب پریستورائیکا کے ان پہلوؤں پر بحث کرنا چاہتے ہیں جو تشکیل نو میں بہت نمایاں ہیں اور گورباچوف نے یہ بات زور دے کر کہی ہے کہ لینن کے اس مقولہ پر کہ ''تمام طاقتیں SOVIETS کے لیے'' پر لینن کے بعد عمل نہیں ہوا۔تشکیل نو کا اہم ترین عنصر بھی یہی ہے کہ زیادہ سے زیادہ طاقت عوام کے ہاتھ میں ہو، یعنی اختیارات کے استعمال کرنے میں زیادہ سے زیادہ حصہ عوام کا ہو۔

اس میں پہلی بنیادی بات یہ کہ عوام کو غلطیوں پر تنقید کرنے کا حق حاصل ہو۔تنقید کا حق تو پہلے بھی تھا، لیکن اس کا انداز اس واقعہ سے دیکھا جا سکتا ہے کہ ایک بہت اچھے ورکر کو کارخانے کے پارٹی سیکریٹری نے کہا کہ وہ پارٹی ممبر شپ کا امیدوار بن جائے اس کی تائید و سفارش ایک ساتھی کر دے گا۔اس ورکر نے درخواست دی۔اس ورکر نے ایک دن دیکھا کہ ورکشاپ کا سپرنٹنڈنٹ ایک خاتون ورکر کو بُری طرح جھڑک رہا تھا اور وہ خاتون رو رہی تھی۔اس ورکر نے خواتین سے بدتہذیبی سے پیش آنے پر ایک خط پارٹی اخبار کو لکھا، جسے پارٹی اخبار نے یہ نوٹ لکھ کر

شائع کر دیا ''نشاندہی کرنے کا شکریہ، ایسے واقعات کا تدارک کیا جائے گا''۔تدارک واقعی کیا گیا۔اور تدارک یہ تھا کہ اس ورکر کی پارٹی ممبر شپ کی درخواست نامنظور کر دی گئی۔

اب عوام تنقید کا ایسا حق چاہتے ہیں جس میں اصلاح احوال کے اختیارات بھی انہیں حاصل ہوں۔پریستورائیکا کا بنیادی عنصر یہی حق ہے جسے گلاسناسسٹ یا کھلے پن کی پالیسی کہتے ہیں۔ گلاسناسسٹ نے روس کے عوام میں بے پناہ مقبولیت حاصل کی' لوگوں نے اسے نہ صرف کام کی جگہوں پر فیکٹریوں اور کارخانوں میں غلطیوں، کوتاہیوں کی نشاندہی، انتظامی مسائل، اسٹاف پالیسی، تکنیکی مسائل وغیرہ کی ناکامیوں کا بےلاگ تجزیہ کرنے میں پورا فائدہ اٹھایا، بلکہ اس ادارہ کی پوری تاریخ (مع اس کے اندرونی تاروپود کے) پر شدید تنقید کی۔

عوام نے سماجی زندگی کے ہر شعبہ یعنی تعلیم، صحت، تفریح، ادب، رہائشی پالیسی، ٹرانسپورٹ وغیرہ اور ریاستی اداروں اور شعبوں کی کارکردگی کو بھی سخت تنقید کا نشانہ بنایا۔

تنقید کے حق اور اصلاح احوال کے اختیارات نے لوگوں میں یہ احساس پیدا کیا کہ فیکٹری ہو یا اسپتال یہ سب حقیقی معنوں میں عوام کی ملکیت ہے اور اس سے پہلے پارٹی اور حکومتی HEIRARCHY کی وجہ سے تنقید لائق توجہ نہیں ہوتی تھی، سن لی جاتی تھی، لیکن عمل ان احکامات پر ہوتا تھا جو کارخانہ کا ڈائریکٹر اپنے فورمین کو، اور فورمین اپنے ماتحتوں کو دیتا تھا۔

اب تمام عمل ورکرز کے اجتماعی اختیارات کے تحت آ گیا۔اس سے پہلے یہ تھا کہ خواہ کسی شے کی مانگ ہو یا نہ ہو، اگر اوپر سے احکامات اس شے کو بنانے کے ہیں، تو وہی بنائی جائے گی۔مرکزی پلاننگ کے تحت احکامات یہ ہیں کہ فلاں فلاں اشیاء اتنی مقدار میں پیدا کرنا ہیں۔لہٰذا ہو گا یہ کہ خواہ ان اشیاء کی لاگت کتنی ہی زیادہ آ رہی ہو اور ان پر نقصان ہو رہا ہو، یہی پیدا کی جائیں گی۔گلاسناسسٹ کے تحت صورتحال کے تجزیہ کا حق اور پریستورائیکا کے تحت اختیارات نے ورکرز کو مجموعی کنٹرول دے دیا۔اشیاء کی پیداوار، مارکیٹ کی مانگ، عوام کے ذوق اور لاگت کی کمی، کارخانے کے لیے منافع کا حصول اور کم سے کم خام مال کے ضائع ہونے کے نقطہ

نظر سے کی جانے لگی۔علاقائی اور مرکزی پلاننگ کے درمیان دوطرفہ پن،زیادہ بہتر ہم آہنگی اور رنگارنگ تعاون پیدا ہوا۔

سوویت روس نے معیشت کی منصوبہ بندی کی ترجیحی بنیادوں اور استعمالی اشیاء کے لیے وسائل پیداوار کی کمی کی وجہ سے عام استعمالی اشیاء میں کوئی تنوع یا CHOICE موجود نہیں تھا، جو اشیاء پیدا ہورہی تھیں، ان کی پائیداری کی گارنٹی تھی ،لیکن ان کی فنشنگ اور ظاہری شکل میں کوئی کشش نہیں تھی۔روسی مشینری ٹریکٹر، ڈمپر ،لوڈر وغیرہ جو برآمد ہوتے ہیں ان کی شکلیں کھردرے پن کا اظہار تھیں۔یہی صورتحال مشرقی یورپ کے کمیونسٹ ممالک میں اشیاء استعمال کی تھی۔روس کی طرح ان ممالک میں بھی مضبوط دفاعی نظام اور مضبوط سوشلسٹ اقتصادی نظام قائم ہے ۔لیکن عام استعمالی اشیاء کی صورتحال میں انہیں روس کی نسبت زیادہ پیچیدہ مسائل کا سامنا ہے۔پیچیدگی کی وجہ یہ ہے کہ یہ ممالک مغربی یورپ کی سرحدوں پر ہیں اور سرمایہ دار ممالک سے عوام کی ایک حد تک آزادانہ آمدورفت کی زد میں ہیں۔ایک طرف مغرب میں بازاروں میں ایک ایک شے کے ہزاروں برانڈ موجود ہیں جن میں کارکردگی اور خوبصورتی کا بہترین امتزاج ہے، دوسری طرف سوشلسٹ ممالک میں عوام کے پاس CHOICE نہیں ہے۔ استعمالی اشیاء میں CHOICE کا نہ ہونا ایک علامت ہے سخت مرکزی پلاننگ کی ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ عوام کی پسند و ناپسند کا حق سماجی اور معاشرتی میدانوں میں بھی ہر جگہ محدود ہے، یعنی جو کچھ سوویت ریاست دے رہی ہے عوام کو وہی کچھ قبول کرنا ہوگا۔فرد کی آزادی پر یہ پابندی ایک مدت تک قومی ترجیحات کی بنیاد پر ناگزیر رہی ہوگی اور اسی بنا پر ممکن ہے اس پابندی کے خلاف روس کے عوام نے احتجاج نہیں کیا۔فرد کی آزادی پر یہی وہ قدغن تھی جس کا الزام مغربی ذرائع ابلاغ اور سامراجی ممالک روس پر لگاتے رہے ہیں اور یہ کہتے رہے کہ روس میں حقوقِ انسانی کی شدید خلاف ورزی ہورہی ہے۔آندرے(۱) سخاروف بھی اسی کو فرد کی آزادی کی خلاف ورزی کہتے رہے ہیں، حالانکہ ان کا نقطہ نظر کچھ مختلف تھا۔

---

(۱) آندرے سخاروف۔سوویت طبیعات دان اور نوبل انعام یافتہ۔

مغربی ممالک میں فرد کی آزادی کا مطلب یہ ہے کہ ہر فرد خود کو سرمایہ دارانہ استحصال کے لیے پیش کرنے میں آزاد ہے اور اس کے بعد اس کی آزادی کی حد ختم ہوگئی جتنی اس کی قیمت ہوگی اتنی ہی اس کی آزادی ہوگی۔ روزگار، صحت، تعلیم ،سماجی مرتبہ وغیرہ کے حصول کی آزادی اسے اپنے طبقہ کی حد تک حاصل ہے۔

سوویت روس میں یہ ادارے سرکاری ذمہ داری ہیں، لہٰذا نہ تو کوئی بے روزگار ہے اور نہ ہی شہری سہولتوں کی کمی ہے۔جس چیز کی کمی ہے وہ یہ کہ آپ اپنی مرضی سے اپنا مکان نہیں بنا سکتے یا شہری سہولتوں میں اپنی مرضی کے مطابق ردوبدل نہیں کرسکتے۔

پریستورائیکا نے فرد کی آزادی کا رول تسلیم کرلیا ہے۔آج کی صورتِ حال میں جب سوشلزم نا قابلِ واپسی ہے سوویت روس کے خلاف تخریب کاری کے مواقع ختم ہوچکے ہیں۔عالمی جنگ کا امکان معدوم ہوتا جارہا ہے۔سامراجی معیشت کو سامراجی ممالک کی آپس کی جنگ میں بھی کوئی فائدہ نہیں دے سکتی اور سامراجی معیشت کے نئے مراکز جنگ بازی کی پالیسیوں کو مسترد کررہے ہیں اور سوشلسٹ معیشت سے تعاون کو ناگزیر سمجھتے ہیں۔فرد کی آزادی کا دائرہ کار بڑھانا، سیاست میں تنوع اور (۱)PLURALISM کو جگہ دینا اور مارکیٹ میں لوگوں کے ذوق، پسند اور فیشن کے مطابق اشیاء فراہم کرنے کے لیے پیداواری قوتوں کی تشکیل کرنا نہ صرف ممکن بلکہ ضروری ہوگیا ہے۔

سرمایہ داری میں اشیاء میں ورائٹی پیدا کرنے کا مقصد مصنوعی طور پر میلان صرف میں اضافہ کرنا ہوتا ہے، جبکہ سوویت معیشت میں میلان صرف ضرورت کے دائرے میں محدود رہنے کے ساتھ انتخاب (CHOICE) کا حق رکھتا ہے۔یہ حقیقتاً ایک پیچیدہ اور دقت طلب مسئلہ ہے کہ سوشلسٹ معیشت کی حد بندیوں میں منڈی کو آزاد رکھا جائے تاکہ لوگوں کو پسند ناپسند کی آزادی

---

(۱)PLURALISM۔اجتماعیت

بھی حاصل ہو۔دفاعی اخراجات میں کمی اور اقتصادی سرگرمیوں میں اضافہ اس میں مددگار عناصر ہیں۔قدر زائد کی پیداوار اور منافع جو سوشلسٹ معیشت میں سرمایہ دارانہ استحصالی کردار سے علیحدہ ہو جاتے ہیں،سوشلسٹ حکومت کے ہاتھ میں منڈی کو Regulate کرنے میں ہتھیار بن سکتے ہیں۔

پریستورائیکا کو مختصراً لیکن نہایت جامع طور پر یہ کہا جاسکتا ہے کہ پریستورائیکا STR کی حاصلات کو عوام تک پہنچانے کا نام ہے،اس لیے ایک طرف زندگی کی گوناگوں سرگرمیوں میں ایسے لوازمات کا استعمال شامل ہے جو سائنسی اور تکنیکی ارتقاء کی اعلیٰ ترین مدارج کا مظہر ہوں اور دوسری طرف انفرادی آزادی کا وہ تصور شامل ہے جو (ا)ALIENATON کا نہیں بلکہ سماج میں اجتماعی شرکت کے احساس کا حصہ ہے۔یہ تاریخ میں فرد کی آزادی کا ایک نیا تصور ہے جو فرد کو سماج کا ذمہ دار اور محرک قرار دیتا ہے اور ہر معاملے میں اختیار فراہم کرتا ہے۔

اس کا یہ مطلب نہیں کہ فرد کی آزادی لامحدود ہے۔فرد کی آزادی،افراد کی آزادی سے مشروط ہے،نہ ہی اس کا یہ مطلب ہے کہ ہر اختلاف رائے رکھنے والا اجتماعی عمل سے علیحدہ ہو سکتا ہے۔

پریستورائیکا نے ایک بڑا انقلابی کردار عوام کی نفسیات کو بدلنے میں ادا کیا ہے۔سوویت روس کے عوام،سوشلسٹ بلاک کے لوگ،ترقی یافتہ سرمایہ دار و سامراجی ملکوں کا مزدور طبقہ محنت کش عوام اور درمیانہ طبقے کی مختلف پرتیں،اور تیسری دنیا کے پس ماندہ لوگ یکساں شدت سے متاثر ہوئے ہیں،حالانکہ ان سب کے حالات اور ماحول مختلف ہیں اور ردِعمل کا اظہار بھی مختلف ہے،لیکن مشترک بات ان سب میں یہ ہے کہ سب کی سوچ کو پریستورائیکا نے زیادہ کھلے پن کی طرف،زیادہ آزادانہ اظہارِ رائے کی طرف،قدامت پرستی کو مسترد کرنے اور نئے کو قبول کرنے میں کم جھجک کا اظہار کرنے،پرانے تعصّبات کو ڈھانے میں دلیری کا مظاہرہ کرنے میں آزاد کر دیا ہے۔

(ا)ALIENATTION اجنبیت

(ا)MASS PSYCHOLOGY کی اس تبدیلی نے عوامی طاقت کے سیلاب کو آزاد کر دیا ہے جو اب تک مختلف جکڑبندیوں اور بندھنوں میں مقید تھا۔سوشلسٹ سسٹم کی ستر سالہ روایات اور ان میں وقت پر ضروری تبدیلیاں نہ ہونے کی وجہ سے پیدا ہونے والی خرابیاں،بیوروکریسی،سخت مرکزیت وغیرہ عالمی صورت حال کی پابندیاں،چاروں طرف سے سامراجی سازشیں اور یہ خوف کہ ذراسی کمزوری یا لچک سامراجی ممالک کو عالمی جنگ چھیڑنے پر آمادہ کر سکتی ہے۔پریستورائیکا ان پابندیوں کے خلاف گرین سگنل تھا جس نے عوامی طاقت کے راستے کھول دیئے۔

سوویت روس کے عوام نے پرانے تعصّبات،روایتیں،مقامی اور غیر مقامی سارے بت ڈھادیئے اور پریستورائیکا کی بھرپور حمایت کی۔28ویں کانگریس میں نہ صرف قدامت پسندوں کو شکست ہوئی بلکہ وہ ریڈیکل عناصر جو اس پروگرام میں زیادہ تیز رفتاری چاہتے تھے،ناکامی سے دوچار ہوئے۔

ریڈیکلز کے نمائندے بورس یلٹسن (۲) کو 4800 ڈیلیگیٹس میں سے صرف ایک سو چالیس کی حمایت حاصل ہو سکی۔کانگریس نے اور اس کے ذریعے روسی عوام نے کمیونسٹ پارٹی،اس کی لیڈرشپ اور اس کے پروگرامز پر بھرپور اعتماد کا اظہار کیا۔

پریستورائیکا کو سوشلزم کی ناکامی قرار دینے والوں کا کل سرمایہ،کانوں میں کان کنوں کی ہڑتالیں،آرمینیا اور آذربائیجان میں نسل پرستی کا اظہار اور دو تین بالٹک ریاستوں کی آزادی کا اعلان ہے۔یہ مظاہر سوشلزم کی ناکامی ثابت نہیں کرتے،کیونکہ ان مظاہر سے نہ تو سوشلسٹ پیداواری رشتوں میں کسی تبدیلی کا اظہار ہے نہ ذرائع پیداوار کی ملکیت بدلی ہے اور نہ ہی سوویت دور میں سوشلزم کی نفی کی گئی ہے۔عوامی حمایت کا فیصلہ تو روسی عوام کر رہے ہیں جنہوں نے پریستورائیکا کے تحت عمل کرتے ہوئے قومی آمدنی کی شرح ترقی میں 3.1 فیصد سے ایک سال میں 4.6 فیصد کا اضافہ کیا اور حالیہ کانگریس نے پارٹی کی مجوزہ تمام تبدیلیاں منظور کر لیں۔

(ا) عوامی نفسیات

(۲) بورس یلٹسن۔جنہوں نے 1991ء سے 1999ء تک روس کے پہلے صدر کے طور پر خدمات انجام دیں۔

یہ مظاہر حقیقتاً عوامی نفسیات کی تبدیلی کا اظہار ہیں۔ سوویت یونین میں مزدور طبقہ کو ہڑتال کرنے کا آئینی حق حاصل ہے، لیکن مزدور طبقہ خود ہی تمام ذرائع پیداوار کا مالک ہے کلی طور پر بھی اور جزوی طور پر بھی۔ ہر کارخانے کی ٹریڈ یونین نہ صرف وہاں کی سب سے بڑی عوامی تنظیم ہے بلکہ مزدوروں کی شرائط ملازمت اور حالات کار کو طے کرنے کی بھی ذمہ دار ہے اور کارخانے کی پیداوار اور تقسیم میں انتظامیہ کے ساتھ برابر کی ذمہ دار ہے۔ لہٰذا سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کسی کارخانے کے مزدور ہڑتال کریں تو کس کے خلاف۔ اپنی ٹریڈ یونین کے خلاف، جس کی لیڈر شپ کو تبدیل کرنے کا انہیں مکمل اختیار ہے، کارخانے کی انتظامیہ کے خلاف جو ٹریڈ یونین کی پابند ہے، یا حکومت کے خلاف جو خود ان کے نمائندوں پر مشتمل ہے اور ہر حال میں ان کے مفادات کی نگراں ہے۔ ظاہر ہے کہ مزدوروں کے لیے یہ زیادہ آسان ہے کہ اپنی ٹریڈ یونین کے رہنماؤں، کارخانے کی انتظامیہ، مقامی حکومت کے اہلکاروں کو تبدیل کر دیں یا عدم اعتماد کے ذریعے اپنے نمائندوں کو خواہ وہ سپریم سوویت میں ہوں واپس بلالیں۔ مزدور طبقہ ظاہر ہے کہ اپنے خلاف ہڑتال نہیں کر سکتا۔ کان کنوں کی ہڑتال غلط تھی اور مغربی ذرائع ابلاغ کے وسیع پروپیگنڈے کے باوجود چند ہی دن میں ختم ہوگئی۔ اس ہڑتال کی دو وجوہات تھیں۔ ایک بات یہ تھی سوویت معیشت میں اجرتوں کا نظام غیر لچک دار رہا ہے یعنی یہ دو عوامل پر مشتمل ہے، ایک تو یہ کہ اجرت کو تمام بنیادی ضروریات پوری کرنا چاہیے، دوسرے یہ کہ اجرت کو محنت کے مطابقت میں ہونا چاہیے، اجرتوں کے غیر لچکدار ہونے کا نتیجہ یہ تھا کہ کم از کم اجرت کی ایک یکساں شرح نافذ کر دی گئی اور اس کے اوپر مراعات اور سہولتوں کے ذریعے زائد محنت کا معاوضہ ادا کیا گیا۔ اجرتوں کے اس نظام میں مختلف علاقوں اور پیشوں میں آمدنی کی کمی بیشی ایک فطری بات ہے جس کی وجہ سے ایک پیشے یا علاقے کے لوگ دوسرے علاقے کے لوگوں سے کم آمدنی حاصل کرتے ہوں تو ظاہر ہے کہ احتجاج کا یہ طریقہ غلط تھا اور اس کا حل ٹریڈ یونین اور مقامی انتظامیہ کے ذریعے حاصل کیا گیا جو ہڑتال سے پہلے بھی ممکن تھا۔ اس ہڑتال میں دوسری وجہ قوم پرستی کی وہ لہر تھی جو جگہ جگہ سر اُبھار

ہی تھی، رہنما اداروں میں ایسے ابن الوقت اور SELF SEEKERS کا وجود کوئی انوکھی بات نہیں جو لوگوں کے جائز مسائل کو بہانہ بنا کر اور اشتعال انگیزی پیدا کر کے بڑے لیڈر بننا چاہتے ہیں۔ آرمینی، آذربائیجان یا قوم پرستی کے دیگر واقعات میں کوئی جائز مطالبہ نظر نہیں آتا اور قوم پرستی کے جذبہ کو محض نفرت اور اشتعال انگیزی پیدا کرنے کے لیے استعمال کیا گیا۔ قوم پرستی کا یہ جذبہ سوشلزم کی ناکامی نہیں بلکہ عوام کی تہذیبی سطح کی پس ماندگی کا اظہار ہے۔

پریستورائیکا کے عمل کے دو اہم عناصر ہیں۔ ایک ہے آپریشنل اٹانومی اور دوسرا گلاسناسٹ، یہ دونوں عناصر جدلی طور پر باہم مربوط ہیں اور ایک دوسرے کو مکمل کرتے ہیں' اقتصادی ڈھانچہ کی تبدیلی کی بنیادی ضرورت عوام کی خود مختاری اور فرد کی آزادی ہے، لہٰذا اگر STR کے حاصلات کا استعمال ضروری ہے، تو اس کے لیے عوام کا متحرک ہونا بھی ضروری ہے۔

پریستورائیکا، جیسا کہ روسی رہنما بھی اعتراف کرتے ہیں کہ ابھی تک تجرباتی دور میں ہے اور اسے متعدد رکاوٹوں کا سامنا ہے جس میں ایک بڑی رکاوٹ ماضی کا ورثہ ہے جو نئے تقاضوں کو قبول نہیں کر پا رہا ہے۔ عملاً بھی اس میں لوگوں کے زیادہ جوش و خروش یا کم توجہی کی بنا پر ایسی صورت حال پیدا ہوتی رہتی ہے جو غلطیوں سے مبرا نہ ہو لیکن پریستورائیکا سے حاصل ہونے والے نتائج اور پذیرائی نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ ایک کامیاب انقلاب ہے جو اپنے صحیح وقت پر آیا ہے۔

پریستورائیکا کے سلسلے میں ایک بڑا اعتراض یہ ہے کہ اس میں عوام کو کھلے پن کی پالیسی کے نام پر قوم پرستی، جارحانہ قوم پرستی، ہڑتالوں، غیر ذمہ دارانہ آزادیوں کی اجازت دے دی ہے اور کمیونسٹ پارٹی کے وقار کو ختم کر دیا ہے اور پریستورائیکا کی بنا پر یہ ممکن ہو سکا ہے کہ اسٹونیا اور لتھونیا جیسی ریاستیں روسی فیڈریشن سے اپنی آزادی کا اعلان کریں جو خود ان کے مفادات کے خلاف ہے اور پریستورائیکا کا یہی نتیجہ ہے کہ مشرقی یورپ کی ریاستیں ایسے شدید بحرانوں کا شکار ہوئی ہیں کہ وہاں کمیونسٹ پارٹی کا اقتدار ختم ہوگیا یا اقتدار میں ان کا حصہ بہت کم رہ

گیا،اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سوشلزم ناکام ہوگیا۔

پہلی بات ہم یہ عرض کرنا چاہیں گے کہ سوشلزم اور سوشلسٹ نظام کی ناکامی کا پیمانہ ایسے مظاہر کو بنانا جیسے جارحانہ قوم پرستی یا سوشلسٹ نظام میں بیوروکریسی کے خلاف بغاوت ہے، ٹھیک بات نہیں ہے۔ جارحانہ قوم پرستی ایک انتہائی غلط مظہر ہے جو سوشلسٹ بین الاقوامیت کے صریحاً خلاف ہے۔ لیکن نہ تو یہ سوشلزم کی بنیاد ہے اور نہ ہی مخالف سوشلزم ہونے کی بنیاد ہے۔ بین الاقوامیت سوشلزم کی بنیادوں پر قائم ہونے والے بالائی ڈھانچے کا حصہ ہے۔ اور مارکسزم لینن ازم نے قوم پرستی کے صرف سامراج دشمن کردار کو ہی سراہا ہے، خرابی بظاہر یہ نظر آتی ہے کہ قوم پرستی کی بنیادی شکل (آرمینی، تاجک، کرغیزی وغیرہ) کو قوم پرستی کی دوسری شکل میں یعنی ریاستی بنیاد پر قوم ہونے کی شکل کے تابع رہنا پڑا، اس دوسری شکل کی قوم پرستی یعنی سوویت روس کے پورے عوام پر بین الاقوامیت کا علم اٹھانے کی ذمہ داری ہے، حالانکہ ریاستی قوم، حقیقی قوم پر ایک خول ہے، اور آج کی صورتحال میں یہ واضح ہے کہ چھوٹی سے چھوٹی ریاست بھی اپنا ایک آزاد وجود برقرار رکھ سکتی ہے، آزاد پالیسیوں پر کاربند رہ سکتی ہے اور ایک قومی ریاست کی حیثیت میں بین الاقوامیت کا پرچم اٹھا سکتی ہے۔

سوویت روس ایک کثیر الاقوامی ریاست ہے، لیکن کسی قومی جبر اور استحصال کے بغیر، لیکن قومی ریاستوں کی ناہموار ترقی سے ابھی تک یہاں چھٹکارا حاصل نہیں ہوا۔ رشین فیڈریشن (RSFSR) کی اہمیت اور طاقت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ کل روس کی آدھی سے زیادہ آبادی 27 کروڑ میں سے چودہ کروڑ آبادی RSFSR میں رہتی ہے، اور رقبہ کے لحاظ سے چوبیس ہزار میں سے سترہ ہزار مربع کلومیٹر کا رقبہ گھیرے ہوئے ہے جس میں 16 خودمختار ریاستیں اور علاقے شامل ہیں۔ اقتصادی طور پر رشین فیڈریشن کے علاوہ کوئی بھی ریاست ابھی تک خودکفیل نہیں ہے اور بیشتر ریاستیں اپنی ضروریات کے لیے مرکزی تقسیم پر انحصار کرتی ہیں۔ معاشی اور سیاسی صورتحال کی بنا پر سوویت فیڈریشن مرکز کے لامحدود اختیارات بہت نمایاں ہیں، نہ صرف

یہ کہ دفاع۔ خارجہ۔ کرنسی۔ مواصلات کے علاوہ پلاننگ اور دوسرے متعدد محکمے بھی مرکز کے پاس ہیں بلکہ کمیونسٹ پارٹیاں بھی ایک ہی مرکزی پارٹی کے تحت ہیں۔

یہ بات بھی بہت واضح ہے کہ سوشلسٹ معاشرہ ایک نئے انسان کی تشکیل کی طرف ٹھیک سے پیش رفت نہیں کرسکا۔ حالات کی ناگزیریت ہو، یا عالمی دباؤ کے عناصر، لیکن ایسا انسان جو مثالی ذمہ دار شہری ہو، سوشلسٹ شعور اور اخلاقیات کا حامل ہو، جو فرد کی حیثیت سے سماج کو اپنی ذمہ داری سمجھتا ہو، اور تنگ نظری، تعصب، جارحانہ قوم پرستی اور ایسی ہی دیگر برائیوں سے پاک ہو، یعنی جو حقیقی معنوں میں کمیونسٹ ہو، سوشلسٹ معاشرہ پیدا نہیں کرسکا۔

ایسی صورتِ حال پر مستزاد سماج میں کھلے پن کی پالیسی کا نفاذ ہے جس نے عوام کے آگے سے مرکزیت اور بیوروکریسی کے بند ہٹادیئے ہیں۔ لہٰذا ایسے عوامل کا ابھار بھی فطری تھا جن کو اظہار اور جمہوری محاسبہ کے ذریعے اپنی اصلاح کے مواقع نہیں ملے تھے۔ ظاہر ہے کہ یہ ایک وقتی اور عارضی مظہر ہے اور صورتحال بہتری کی طرف واپس ہورہی ہے۔ کان کنوں کی ہڑتال ختم ہوگئی، آرمینی، آذربائیجانی وغیرہ کے جھگڑے ختم ہوگئے اور ممکن ہے کہ کسی وقت چھوٹے پیمانے پر پھر ابھر آئیں۔ لیکن یہ یقینی ہے کہ مستقل طور پر حل ہوجائیں گے، کھلے پن کی پالیسی اور سوشلسٹ ملکیت کا گہرا احساس پیدا کرنے والی پالیسیوں نے سماج کے کونے کونے سے غیر ذمہ دار، لالچی، کاہل، اخلاق باختہ اور ناکارہ عناصر کو باہر نکالنا شروع کردیا ہے۔

اسٹونیا، لیتھوانیا اور دوسری ریاستوں کی روسی فیڈریشن سے علیحدگی کا اعلان سوشلسٹ نظام سے علیحدگی نہیں، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فیڈریشن کے تعلقات کو کنفیڈریشن میں بدلنے کی کوشش ہے۔ یہ کوشش موجودہ حالات میں صحیح ہے یا غلط، لیکن یہ بات طے ہے کہ یہ ان کا حق ہے۔ اسٹونیا اور لتھوانیا ایسی ریاستیں ہیں جن کی معیشت کا انحصار سوویت روس پر ہے۔ یہ ریاستیں ہلکی صنعتوں وزراعت تک محدود ہیں، اگر یہ مکمل علیحدگی اختیار کریں گی تو ان کی معیشت جو بھاری صنعتوں سے محروم ہے اور جن کی کل آبادی 15 سے 20 لاکھ ہے پس ماندگی کا شکار ہوجائیں

گی۔ان کا یہ حق یقیناً کوئی مجرد شے نہیں ہے، لہٰذا خود ان ریاستوں کے مزدور طبقے کے حق میں ان کی آزادی کی ایک حد مقرر کرنی پڑے گی۔ان کی آزادی کے اعلانات کو RSFSR کے اعلانِ آزادی سے تقویت ملتی ہے جو اپنی کمیونسٹ پارٹی کو آزاد حیثیت دینا چاہتا ہے۔مشرقی یورپ کی ریاستوں کی بحرانی کیفیت جو، اب Settle ہوگئی ہے، سوشلزم کی ناکامی کا نہیں بلکہ کامیابی کا ثبوت ہے۔ان ریاستوں کے عوام نے بیوروکریسی اور پارٹی کے یک طرفہ پن کے خلاف بغاوت کی، کمیونسٹ پارٹی کے خلاف بغاوت نہیں کی۔کمیونسٹ پارٹی کی رہنمائی میں قائم سوشلسٹ نظام اب بھی اتنی ہی مضبوطی سے قائم ہے۔کمیونسٹ پارٹیاں بھی موجود ہیں جنہیں عوام کے وسیع حلقوں کی حمایت حاصل ہے۔اقتدار میں تنہا نہیں، بلکہ دوسری پارٹیوں کے ساتھ حصہ دار ہیں اور کہیں پر بھی سرمایہ داری کو سوشلزم کی جگہ لینے کی اجازت نہیں دی جارہی ہے۔عملاً لوگوں نے وہ سب کچھ حاصل کیا جو سوشلزم میں موجود تھا، لیکن بیوروکریسی انہیں حاصل کرنے نہیں دے رہی تھی۔

سوشلزم کی ناکامی کا تذکرہ کرنے میں عام طور پر یہ پہلو نمایاں رہتا ہے کہ سوشلزم کی جگہ اب سرمایہ داری کو لینا ہے۔یہ تصور تاریخ جدلیات سے عدم واقفیت اور تاریخ میں ''مستقل واپسی (Reversals)'' پر یقین رکھنے کا اظہار ہے، تاریخ آگے بڑھتا ہوا عمل ہے اور اس کا کوئی نظام یا سسٹم جامد نہیں ہے، ٹھیرا ہوا نہیں ہے۔خود سوشلزم منجمد نہیں ہے، آگے بڑھ رہا ہے، تبدیل ہو رہا ہے۔لیکن تبدیلی کی یہ سمت واپسی کے راستے پر نہیں ہے۔پچھلے نظام کے جن اجزا کو تاریخ آگے لے جاتی ہے، ان اجزا کو زیادہ اعلیٰ کیفیتی پیمانہ پر ظاہر کرتی ہے۔پیداواری طاقتوں کا ارتقاء 'فرد کی آزادی کی تاریخ اور سماجی اقتدار کا ارتقاء عام مثالیں ہیں۔

تاریخ میں ''عارضی واپسی'' کی مثالیں کسی انقلاب یا بغاوت کی ناکامی ہے یا کسی آگے بڑھتے ہوئے عمل (PROCESS) کو روک کر پچھلے نظام کا حاوی ہونا ہے۔جیسے پاکستان میں جمہوریت کے خلاف مارشل لاء کا نفاذ۔اس میں آگے بڑھتا ہوا عمل رک جاتا ہے، اپنے منطقی نتیجے تک نہیں پہنچتا۔لیکن یہ صورتحال مستقل نہیں رہ سکتی۔جنرل ضیاء کا مارشل لاء جمہوریت کی عارضی

واپسی تھی اور مارشل لاء کو جلد ہی راستے سے ہٹنا پڑ گیا۔سوشلزم اس وقت کرۂ ارض پر سب سے بڑی طاقت ہے اس کی مستقل واپسی تو دور کی بات ہے، عارضی واپسی بھی کوئی مسئلہ نہیں ہے۔

کہا جاتا ہے پریستورائیکا کے نتیجے میں کمیونسٹ پارٹیوں کا وقار ختم ہوگیا ہے۔کمونسٹ پارٹی کا وقار اس وقت ختم نہیں ہوا جب اسٹالن کی شخصیت پرستی اور اس کے مظالم سامنے آئے کمیونسٹ پارٹی کا وقار اس وقت بھی ختم نہیں ہوا جب روسی کمیونسٹ پارٹی نے متعدد بار اپنی پالیسیوں کی ناکامی پر تنقید کی۔کمیونسٹ پارٹیوں کا وقار تو ان تیسری دنیا کے ممالک میں بھی ختم نہیں ہوا جہاں یہ پارٹیاں فاش غلطیاں کرتی رہی ہیں، ایسی سوچ صرف وہی شخص رکھ سکتا ہے جو کمیونسٹ پارٹی کو لینن کی پارٹی کی حیثیت سے، مزدور طبقے کی پارٹی کی حیثیت سے نہ جانتا ہو' جو یہ نہ جانتا ہو کہ کمیونسٹ پارٹی کا وقار، اس کے عمل پر، اس کی اپنے آپ پر تنقید سے اور اپنی غلطیاں درست کرنے پر ہے۔کمیونسٹ پارٹی مستقبل کی رہنما پارٹی ہے جس کی بنیادیں آج عوام کی جدوجہد میں پیوست ہیں جو پارٹی اپنی غلطیوں اور خامیوں پر کھلے عام تنقید کرنے پر اپنا وقار نہیں کھوتی' وہ عوام کو سوشلسٹ آزادیاں فراہم کرنے' سوشلزم کو مضبوط کرنے اور PLURALISM کی پالیسی اپنا کر زیادہ سے زیادہ لوگوں کو ساتھ لے کر چلنے میں کیسے اپنا وقار کھودے گی؟

کمیونسٹ پارٹی کا وقار اس کے عمل پر' اس کی اپنے آپ پر تنقید سے اور' اپنی غلطیاں درست کرنے پر ہے۔

پریستورائیکا کو بہت سے دوست ایک بحران (Crisis) قرار دیتے ہیں اسے انقلاب نہیں مانتے۔اس کی وجہ وہ اس کو ہلچل قرار دیتے ہیں جو مشرقی یورپ کے ملکوں میں پریستورائیکا کی بناء پر پیدا ہوئی ہے۔اس ہلچل کی چونکہ براہ راست زد، ان ممالک کی کمیونسٹ و سوشلسٹ پارٹیوں پر اور ان سماجی اقدار پر ہے جن کے پیدا کرنے میں ان ممالک کی بیوروکریسی کا سب سے زیادہ ہاتھ ہے۔اس لیے یہ واضح نہیں ہو رہا ہے کہ اس ہلچل کا مقصد اور منزل کیا ہے۔ظاہر ہے کہ تصویر کا یہ رخ اسے بحران ہی کہے گا جس کے نتائج متعین نہیں ہیں۔

برسبیل تذکرہ ابھی تک مشرقی یورپ کی سوشلسٹ جمہوریتوں میں ہونے والی ہلچل کسی طور پر بھی نہ تو کمیونسٹ پارٹی سے نفرت یا بیزاری کا اظہار کر رہی ہے اور نہ ہی سوشلزم کے اقتصادی نظام سے منحرف ہو رہی ہے، بلکہ چند کمیونسٹ لیڈروں اور اس بیوروکریسی کے خلاف ہے جس نے سوشلزم کے نام پر عوام کی زندگی اجیرن کی ہوئی تھی۔

سوویت روس میں پریستورائیکا ایک واضح انقلابی مقصد کو سامنے رکھ کر آیا، جیسا کہ گورباچوف نے کہا کہ پریستورائیکا ایکا یکی کسی معجزے کی شکل میں نازل نہیں ہوا بلکہ پارٹی لیڈروں کی برسوں کی سوچ کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک ایسا انقلاب ہے جو ایک بڑے انقلاب تکمیل کا ایک مرحلہ ہے۔

STR کوئی منجمد کلیہ نہیں ہے بلکہ سائنس وٹیکنالوجی کا تیز ترین تخلیقی عمل ہے اور جس اسٹیج پر آج یہ ہے، کل اس سے کئی گنا آگے ہوگا۔ یقیناً اس وقت یہ اقتصادی انتظامی طریقہ کار دوبارہ ایک انقلاب کے ذریعے بدلنا ہوگا اور نئی سماجی و معاشرتی اقدار ڈھالنا ہوں گی۔

لیکن سوال یہ ہے کہ کیا کل آنے والا انقلاب کمیونسٹ انقلاب ہوگا؟ یا زیادہ واضح طور پر کیا آج کا انقلاب جسے ''پریستورائیکا'' کہتے ہیں، معاشرے کو کمیونسٹ سماج میں تبدیل کر رہا ہے؟

ہماری رائے میں ایسا نہیں ہے۔ پہلی بات تو یہ ہے کہ آج کے سوشلسٹ سماج کی ہیئت غیر استحصالی طبقاتی نوعیت کی ہے جس میں ابھی تک پیداوار کی بنیاد پر طبقوں کی ایسی تقسیم موجود ہے جس میں کچھ طبقوں کو ذاتی ملکیت کے محرکات کی ضرورت ہے۔ اجتماعی اور سرکاری فارموں کے کسانوں کے علاوہ خود مزدور طبقے کو بھی بونس، انعامات اور دوسرے محرکات کی ضرورت ہے۔ سماج کا موجودہ رجحان بھی فرد کی آزادی میں غیر استحصالی ذاتی ملکیت کا حق شامل کرنے کی طرف ہے۔ مثلاً ذاتی مکان رکھنا وغیرہ۔ تیسری بات یہ ہے کہ اجرتوں کی تقسیم کے معیار، زراعت، صنعت اور سروسز میں بہت مختلف ہیں۔ چوتھی بات یہ ہے کہ خود مزدور طبقہ کی اجرت کا نظام کام کی بنیاد پر معاوضہ کے اصول پر استوار ہے اور سماج میں ضرورت کی بنیاد پر اجرت صلاحیت کی بنیاد پر کام کا اصول نافذ نہیں ہے، سماج کی تشکیل نو میں بھی یہ بات ابھی تک نہیں آئی

ہے کہ نئی صورتحال سوشلزم کے قوانین کو تبدیل کر دے گی۔ ایک اور بات قابل توجہ ہے کہ سوشلسٹ سوسائٹی خود کو کمیونسٹ سماج کی طرف لے جانے کے بجائے ایک عالمی معاشی نظام کی تشکیل کے لیے عالمی سرمایہ داری سے ضروری Adjustments پیدا کر رہی ہے اور اس میں اسے سوشلسٹ سوسائٹی کے اصولوں سے کسی بنیادی انحراف کی ضرورت پیش نہیں آ رہی ہے۔ یہ نظر آ رہا ہے کہ سوشلسٹ نظام خود کو زیادہ دیر تک قائم رکھنے پر آمادہ ہے۔

کچھ عرصہ پہلے غالباً 1952-53 ء میں کیرالہ میں کمیونسٹ پارٹی انتخابات کے ذریعے برسراقتدار آئی تھی اس وقت پُرامن انقلاب کی بازگشت سنائی دی تھی۔ بعد میں عالمی سامراج نے جارحانہ اور جنگ بازانہ کردار اور اثرات کی بنا پر یہ سوچ دھندلکوں میں دفن ہوگئی، لیکن جدلیات اصولوں کے مطابق یہ کوئی انہونی بات نہیں کہ متعدد طاقتوں میں ایک طاقت اتنی کمزور ہو کہ اس کی مزاحمت میں جارحیت نہ رہے۔

اس بات پر ہم آگے بحث کریں گے کہ عالمی سرمایہ داری خود کو زندہ رکھنے کے لیے سوشلائزیشن کی زیادہ سے زیادہ شکل اختیار کرنے پر مجبور ہے یعنی انفرادی ملکیت اور اجتماعی پیداوار کے تضاد کو حل کرنے کے لیے اجتماعی ملکیت کے تصور کی طرف جائے، یہ عالمی سرمایہ داری کی بنیادی کمزوری ہے، اور جو اسے ناقابل حل بحرانوں میں پھنسا دیتی ہے۔ ان بحرانوں سے بچنے کے لیے عالمی سرمایہ داری، عالمی سوشلسٹ نظام سے تعاون کرنے پر مجبور ہے اور سوشلسٹ نظام اپنی اس شکل کو زیادہ دیر تک قائم رکھنے پر تیار ہے جس میں عالمی سرمایہ داری کو Adjustments کے مواقع حاصل ہوں گے۔

پریستورائیکا نے سرمایہ داری کو Adjustments کی دعوت نہیں دی، لیکن سوشلسٹ سماج کی کمزوریاں دور کرنے اور اسے عالمی سامراجی نظام کے خلاف زیادہ مضبوط بنانے کا عمل شروع کیا تاکہ سوشلزم کی طاقت کو چیلنج نہ کیا جاسکے۔

☆......☆